

بفیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صدر سالہ عرس رضوی کے موقع پر جامع اعلیٰ حضرت کی جانب سے طالبان علوم نبویہ کے لئے نبیرہ اعلیٰ حضرت شاہزادہ ریحان ملت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد توفیق رضا خان قادری رضوی کی بہترین اور جامع تقریروں کا حسین تحفہ

نقوش خطبات تاج السنہ

۱۸ ء ۲۰

جلد اول

زیر اہتمام

نبیرہ اعلیٰ حضرت، خلیفہ تاج الشریعہ، خلیفہ امین شریعت
حضرت مولانا محمد فیض رضا خاں عادل الازہری بریلوی
فاضل جامعہ ازہر مصر

مرتب

خطیب اہل سنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خورشید عالم رضوی کشنگوی

ناشر: رضا اکیڈمی ممبئی

تقسیم کار: اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر، درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

سلسلہ اشاعت نمبر ---- ۸۶۴

نام کتاب : نقوش خطبات تاج السنہ
مرتب : محمد خورشید عالم رضوی
تصحیح : مولانا غلام معین الدین چشتی
ابوالفضل مولانا محمد شایان رضا ازہری مصباحی
نظر ثانی : مولانا غلام جیلانی منظری
کمپوزنگ : مولانا محمد شفیق الحق رضوی

(9997662550)

صفحات : ۲۱۶

سال اشاعت : اکتوبر ۲۰۱۸ء / ۱۴۴۰ھ

نوٹ: زیر نظر کتاب میں اگر کوئی کمی ہو کمپوزنگ وغیرہ میں تو برائے کرم
آگاہ فرمائے تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کو درست کر لیا جائے۔

9897438867

اگر کسی صاحب کو اردو، ہندی، عربی، فارسی، انگریزی یا اردو میٹر کو

ہندی میں کمپوزنگ کرانی ہو تو ضرور اس نمبر پر رابطہ کریں۔

مولانا محمد شفیق الحق رضوی

چک محمود نواب صاحب کی کوٹھی پرانا شہر بریلی 9997662550

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۴	عدل فاروقی کی ایک جھلک	۵	تقریظ جلیل
۵۳	منقبت	۶	تقریظ جمیل
۵۴	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فتیہ سرہ	۹	توصیف ملت
۵۵	ولادت باسعادت	۹	سلسلہ نسب
۵۷	اعلیٰ حضرت کے خاندانی حالات	۹	ولادت اور تعلیم و تربیت
//	اور آپ کا سلسلہ نسب	۱۰	چند مشاہیر اساتذہ
۱۰	اعلیٰ حضرت کے جد کریم کی قدحار سے	۱۰	بیعت و خلافت
۵۷	ہندوستان آمد	۱۱	خطابت
۵۸	اسم محمد کی فضیلت	۱۲	تبلیغی اسفار
۵۹	تعظیم اسم محمد کا ایمان افروز واقعہ	۱۳	سفر امریکہ
//	اعلیٰ حضرت کی ذہانت و فطانت	۱۵	حج و عمرہ
۶۱	آپ کی ذہانت کی گواہی آپ کے استاذ کی زبانی	۱۶	بیعت و ارشاد
//	ہم عصر علماء میں اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کی نمایاں حیثیت	۱۷	توصیف ملت کے مشاہیر خلفاء
۶۳	اعلیٰ حضرت کا سلسلہ بیعت و خلافت	۱۹	دینی و ملی خدمات
۶۴	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مرشد کامل کی نظر میں	۲۱	دینی و ملی خدمات کا منصوبہ
۶۵	مرشد گرامی کے لئے سرمایہ آخرت	۲۱	سیاسی و سماجی سرگرمیاں
۶۶	زیارت حرمین شریفین	۲۳	تصانیف
۶۷	علمائے حرمین شریفین سے ملاقات	۲۴	نعت پاک
۶۸	دربار مصطفیٰ پر حاضری کی کیفیت	۲۵	عدل و انصاف
۶۹	اعلیٰ حضرت ایک منفرد شخصیت	۲۵	ایک پتھر کی تقدیر سنو سکتی ہے
۷۱	امام احمد رضا کا عشق رسول ﷺ	۳۴	اسلام کا نظام عدل اور اس کی بالادستی
۸۰	اعلیٰ حضرت ایک ہمہ گیر شخصیت	۴۰	عدل عمر رضی اللہ عنہ کا نظام عدل
۸۱	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اغیار کی نظر میں	۴۲	امام حسین رضی اللہ عنہ پیکر عفو و درگزر

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۹	فضائل سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۸۶	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا تقویٰ
۱۵۲	امیر المؤمنین حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ	۸۸	منقبت
//	ولادت باسعادت	۹۰	فضائل ماہ رمضان المبارک
۱۵۹	حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم	۹۷	لفظ رمضان کی تشریح و تحقیق
۱۶۰	آپ کی ہجرت	۹۸	ماہ رمضان کے فضائل و خصائص
۱۶۲	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰۱	ماہ رمضان کی برکتیں
۱۶۷	اور احادیث کریمہ	۱۰۷	سال بھر کے گناہوں کا کفارہ
۱۶۸	آپ کا حلم	۱۰۸	ماہ رمضان کے حروف اور ان کی برکتیں
//	تواضع	۱۰۹	بخشش کا بہانہ
//	آپ کی کرامات	۱۱۰	رمضان اور قرآن دونوں شفاعت کریں گے
۱۷۴	امیر المؤمنین سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	//	ایک لاکھ رمضان کا ثواب
//	ولادت باسعادت	۱۱۱	دو اندھیرے
۱۷۷	آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات	//	ہر قدم پر ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب
۱۸۰	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور خشیات الہی	۱۱۲	حاجت روائی کی فضیلت
۱۸۱	آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت	۱۱۳	بچھونا دعائیں کرتا ہے
۱۸۳	آپ رضی اللہ عنہ کا حلم	۱۱۴	پہلے کے گناہ معاف
۱۸۴	آپ رضی اللہ عنہ کی کرامتیں	//	روزہ دار کو پانی پلانے کی فضیلت
۱۸۶	شہدائے تاجدار کربلا سید الشہداء	۱۱۵	ہر شب ساٹھ ہزار گناہ گاروں کی بخشش
۱۸۷	سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱۶	روزانہ دس لاکھ گناہ گاروں کی دوزخ سے رہائی
//	ولادت باسعادت	۱۱۷	جمعہ کی ہر گھڑی میں دس دس لاکھ کی مغفرت
۱۸۹	آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات	۱۱۸	حکایت
۱۷۹	خلفاء راشدہ اور خدمت خلق	//	آتش پرست پر رحمت خداوندی
۲۰۵	راہ خدا میں خرچ کرنے کے برکات	۱۲۰	منقبت
		۱۲۱	اہل بیت اطہار
		۱۳۲	فضائل اہل بیت

تقریظ جلیل

ہر ذی شعور اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے دو چیزوں کو اہم مقام و مرتبہ حاصل ہے تقریر اور تحریر لیکن ان میں تقریر کو بایں سبب فوقیت حاصل ہے کہ اس کے ذریعہ پیغامات کی رسائی عوام الناس تک باسانی ہو جاتی ہے اور تقریر کو دوسرے ذرائع پر ایک اہم مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ زیر نظر کتاب میں نبیرہ اعلیٰ حضرت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت حضور تاج السنہ حضرت علامہ و مولانا الحاج الشاہ محمد توفیق رضا خاں قادری مدظلہ العالی کی عمدہ تقاریر کو خطیب اہل سنت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد خورشید عالم صاحب نے نہایت کد و کاوش اور جد و جہد سے جمع فرمایا ہے۔ جس میں خوش اسلوبی کے ساتھ مختلف عناوین پر نادر و نایاب تقاریر موجود ہیں جو دور حاضر کے خطباء کے لئے ایک حسین تحفہ ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب کو مقبول انام فرمائے اور حضرت کو جزائے خیر اور سعادت دارین سے مستفیض فرمائے۔ آمین
بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
گر قبول افتد زہے عز و شرف

بندہ اشیم

غلام جیلانی منظری
خادم مرکزی تنظیم جماعت انصار الاسلام
سوداگران بریلی شریف

تقریظ جمیل

اللہ رب العزت جل جلالہ کی بے شمار نعمتوں میں قوت گویائی بھی ایک بڑی نعمت ہے اگر انسان کے پاس بولنے کی طاقت نہ ہو تو وہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنے سے قاصر رہتا ہے کسی کو اپنا دکھ درد بیان نہیں کر سکتا ٹھیک طریقے سے اپنا مقصد اور مدعا نہیں بتا سکتا یہ تمام امور تبھی ممکن ہے جب اس کے پاس بات کرنے اور بولنے کی قوت ہو عقل سوچتی ہے اور غورو فکر کے بعد جب خیالات کو ظاہر کرنے کا موقع آتا ہے تو منطق، قوت گویائی اور بولنے کی طاقت کا سہا لیا جاتا ہے اور جب یہی بول چال اور اظہار خیال ایک مضبوط اور مربوط اصول و ضوابط کے تحت رو پذیر ہو تو اسے خطابت یا تقریر کہا جاتا ہے خطابت ایک مستقل فن ہے جسے دنیا کے شریف فنون میں شمار کیا گیا ہے اور اس کی ضرورت و اہمیت اور افادیت کو ہر زمانے میں برابر محسوس کیا جاتا ہے یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہ قوم گوئی ہے جس میں خطیب نہ ہو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اہم مواقع پر تقاریر کے ذریعے اپنے خیالات مقدسہ کا اظہار فرمایا کرتے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ ”خطبہ حجۃ الوداع“ آج بھی ایک زبر دست تاریخی حیثیت کا حامل ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقریر تقریر نبیرہ دل پذیر ہمہ گیر اتنی پرتاثر ہوتی کہ دلوں کی گہرائیوں تک اتر جاتی اور بڑے

سے بڑے مخالف بھی اسے حذف تنقید نہ بنا سکتے بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں

وہ سخن ہے جس میں سخن نہ وہ بیاں جس کا بیاں نہیں

اسلام کے دامن میں خطیبوں کی کمی نہیں خطبائے اسلام کے عظیم

کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں دنیا کی ہر قوم کے پاس

خطیب ہوں گے لیکن ان کی انتہا محض خطاب اور خطابت ہی ہے اس سے

زیادہ کچھ نہیں جب کہ اسلام کے دامن سے وابستہ خطباء و مقررین کے پاس

صداقت ہے، امانت ہے، دیانت ہے، حقانیت ہے، اخلاص ہے، انصاف

ہے، احقاق حق اور ابطال باطل ہے، رضائے الہی اور خوشنودی مصطفیٰ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، قوم کی اصلاح اور اخروی نجات بھی ان کے پیش نظر

ہوتی ہے، یہ وہ امور ہے جو خطبائے اسلام کو ساری دنیا میں سب سے ممتاز

اور منفرد بنا دیتے ہیں تقریر و خطابت گو طلب زر اور حصول جواہر کا ذریعہ بھی

بن سکتی ہے لیکن اسلام کے ان خطباء پر کڑوروں رحمتیں ہو جنہوں نے اپنی

خطابت کو ذاتی مقصد اور دنیاوی اغراض کے لئے نہیں بلکہ ایک مقدس فریضہ

جانتے ہوئے قوم کی رہبری و رہنمائی اور حق گوئی و بے باکی کا ذریعہ بنایا اس

اعتبار سے اہل سنت کی ایک خاصی تعداد پیش کی جاسکتی ہے لیکن اس وقت جو

شخصیت موضوع سخن ہے وہ ہے نبیرہ اعلیٰ حضرت شہزادہ ریحان ملت خلیفہ

حضور مفتی اعظم ہند الحاج الشاہ مفتی محمد تو صفی رضا خان قادری جنہیں دنیا

تاج السنہ بھی کہتی ہے ان کے دلیرانہ جذبہ نے اہل سنت کے سوائے ہوئے

جذبوں کو جگا دیا جس کی برکتوں سے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

دولت سے سنیت مالا مال ہو رہی ہے حضور تو صیف ملت کی بے شمار تقریریں

جو کیسٹوں میں موجود تھیں اس کو میں نے جمع کرنا شروع کیا وقت کی قلت

دامن گیر رہی چند ہی تقریریں جمع ہو پائیں صد سالہ عرس رضوی میں کتاب

منظر عام پر لانا تھی جلدی جلدی میں فقیر قادری سے جو کچھ ہو سکا اللہ کی توفیق

سے کیا۔ ان خطبات میں دین اسلام کی تبلیغ ہے مسلک اہل سنت کی ترویج

ہے احقاق حق اور ابطال باطل کی بہار ہے حق و صداقت کی علمبرداری کا نکھار

ہے ان خطبات کو جمع کرنے میں ہمارے جامعہ کے مخلص اساتذہ نے میرا

ساتھ دیا خاص کر مولانا غلام معین الدین چشتی صاحب مولانا غلام جیلانی

منظری صاحب اللہ ان حضرات کی عمر میں علم میں برکتیں عطا فرمائیں اور اس

خوش عین کاوش کو قبول فرمائے۔ اور ہمیں مزید خطبات مرتب کرنے کی توفیق

عطا فرمائے امین بجاہ سید المرسلین

محمد خورشید عالم رضوی

پرنسپل جامعہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف

توصیف ملت

خاندان اعلیٰ حضرت کی عظمت زمانہ پر آشکار ہے اس خانوادہ سے آج بھی دین و سنیت کی خدمت و اشاعت اور علم دین کے فروغ کا سلسلہ جاری ہے۔ نبیرہ اعلیٰ حضرت پیر طریقت رہبر راہ شریعت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد توصیف رضا خان صاحب قبلہ ”خطیب اعظم عالم اسلام“ اسی خانوادہ رضا کے چشم و چراغ ہیں اور یہ نام دنیائے سنیت میں ایک معروف و معتبر نام ہے۔ حضرت توصیف ملت مولانا محمد توصیف رضا خاں صاحب کا سلسلہ نسب حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔

سلسلہ نسب:

مولانا توصیف رضا خاں بن ریحان ملت مولانا ریحان رضا خاں رحمانی میاں بن مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں بن حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہم اجمعین۔

آپ حضور ریحان ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی چوتھی اولاد ہیں۔

ولادت اور تعلیم و تربیت:

حضرت مولانا محمد توصیف رضا خاں صاحب کا سن ولادت ۱۹۶۱ء ہے دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف، دارالعلوم حشمت الرضا پبلی

بھیت شریف دارالعلوم اسلامیہ میرٹھ اور دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تعلیم حاصل کی۔ فراغت دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے ہوئی۔

چند مشاہیر اساتذہ:

(۱) صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

(۲) حضرت مولانا مفتی مشاہد رضا خاں صاحب (بڑے

بھیا) رحمۃ اللہ علیہ

(۳) بدر العلماء حضرت مولانا بدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۴) حضرت مولانا مفتی محمد جلال الدین صاحب

(۵) حضرت مولانا سید محمد عارف صاحب

(۶) حضرت مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب

(۷) حضرت مولانا محمد نعیم اللہ خاں صاحب

(۸) حضرت مولانا عبدالحق صاحب

بیعت و خلافت:

توصیف ملت حضرت مولانا محمد توصیف رضا خان صاحب کو بیعت و

خلافت کا شرف اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے نانا جان اور اپنے جد کریم

سیدنا سرکار مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ العزیز سے حاصل

ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو ۱۹۷۷ء میں اپنے

دولت کدہ ہی پر ایک جلسہ میں مشاہیر علمائے کرام اور خانوادہ کے

صاحبزادگان کی موجودگی میں خلافت و اجازت مرحمت فرمائی۔

علاوہ سرکار مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ کے آپ کو حسب ذیل حضرات سے بھی خلافت و اجازت حاصل ہے۔

۱۔ احسن العلماء حضرت مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی قبلہ علیہ الرحمہ مارہرہ مطہرہ۔

۲۔ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب مدنی (خلیفہ اعلیٰ حضرت) رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ برہان ملت حضرت مولانا برہان الحق صاحب جبل پوری (خلیفہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

خطابت:

توصیف ملت حضرت مولانا محمد توصیف رضا خاں صاحب دوران طالب علمی سے ہی تقریر و خطابت کے میدان میں اتر چکے تھے۔ دینی جلسوں اور کانفرنسوں میں تو آپ کی خطابت کی دھوم ہے ہی اور عوام و خواص نے آپ کی شان خطابت ہی کی وجہ سے آپ کو ”خطیب اعظم ہند“ کے لقب و خطاب سے یاد کیا اور آپ بلاشبہ ”خطیب اعظم ہند“ ہیں۔ اس کے علاوہ سیاسی حلقوں میں بھی آپ کی تقریر و خطابت کی دھوم ہے۔ ملک کے بڑے بڑے لیڈروں یہاں تک کہ کئی وزرائے اعظم ہند کے سامنے آپ نے ہزاروں، لاکھوں کے مجمع میں تقاریر کی ہیں۔

تبلیغی اسفار:

خطابت و تقاریر اور بیعت و ارشاد کے سلسلے میں آپ نے ملک کے تقریباً سبھی صوبوں کا سفر تو کیا ہی ہے ملک کے علاوہ بیرون ملک کے بیشتر ممالک کا دورہ فرما کر مسلک و مذہب کی خدمت فرما رہے ہیں۔ نیپال، بنگلہ دیش اور پاکستان کا بھی کئی بار تبلیغی سفر کر چکے ہیں۔ ملک کی شاید ہی کوئی بڑی کانفرنس ایسی ہو جس میں آپ نے شرکت نہ کی ہو، گواہٹی، کلکتہ، پٹنہ، پورنیہ، کٹیہار، مظفر پور، سیتامڑھی بنارس، الہ آباد، کانپور، لکھنؤ، مراد آباد، اندور، رائے پور، جاوڑا، شموگہ، جبلپور، ٹیکم گڈھ، دہلی، لدھیانہ، جموں، وادی کشمیر، جودھپور، اودے پور، مکرانہ، جے پور، سورت، کٹیہار، احمد آباد، علاقہ کاٹھیاواڑ، ناگپور، ممبئی، ہبلی، بنگلور، حیدر آباد، گوا وغیرہ میں آپ کی خطابت کا ایسا سکھ جما ہوا ہے کہ سال میں کئی کئی بار دنیا کے سینے کے معتقدین ہمہ وقت رابطے میں رہتے ہیں۔

نیپال، ملنگوا، ہندرنگر، سرلاہی، کاٹھمانڈو وغیرہ میں بھی آپ بہت مقبول ہیں۔ بنگلہ دیش میں تو آپ کے اتنے زیادہ مریدین ہیں اور اتنی بار وہاں کا سفر کر چکے ہیں کہ علمائے اہل سنت بنگلہ دیش کو ان کی خطابت اور مریدی کا نگنڈم کہتے ہیں۔ پاکستان میں لاہور فیصل آباد، حیدر آباد اور کراچی میں آپ کی تقریر کو زبردست مقبولیت حاصل ہے۔

ان ممالک کے علاوہ آپ مندرجہ ذیل ممالک کا دورہ کر چکے ہیں

اور کئی کئی ملکوں میں تو بار بار آپ کا جانا ہوا ہے۔ ہر ملک میں آپ کے مریدین کافی تعداد میں موجود ہیں۔

جاپان، انڈونیشیا، ملیشیا، سنگاپور، تھائی لینڈ، برما، سری لنکا، کویت، عراق، سوری نام، ہالینڈ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، بلجیم، لگسبرگ ڈین مارک، جنوبی افریقہ، لوسوٹھو، سوازی لینڈ، موریشیس، ری یونین راگ ڈگ، شیشال اور متحدہ ریاست ہائے امریکہ۔

سفر امریکہ:

اس سال یعنی ۲۰۰۰ء میں یو۔ این۔ او کی جانب سے منعقد کی جانے والی، مذہبی، روحانی کانفرنس برائے ورلڈ پیس سمٹ یعنی امن عالم چوٹی کانفرنس میں ہندی علماء یا مذہبی رہنما کی حیثیت سے آپ نے ملکی نمائندگی فرمائی۔ ۲۸ اگست ۲۰۰۰ء تا ۳۱ اگست چار روزہ اجلاس میں آپ نے شرکت کی اور تقریری، آپ کی تقریر، ریڈیو، ٹی، وی، اور ویب سائٹ کے ذریعہ نشر بھی کی گئی۔ دور درشن، ڈی ون کے سماچاروں میں بھی آپ کو دکھایا گیا، ہندی امیر کیوں کے ایک جلسہ میں بھی آپ نے شرکت کی جہاں بھارتی وزیر اعظم اٹل بھاری بھاجپائی اور دوسرے ہندی لیڈروں اور مختلف مذہبی شخصیتوں سے آپ نے ملاقات بھی کی۔ ”یو، این، او“ کے سکرٹری جنرل مسٹر کوئی عنان اور صدر امریکہ بل کلنٹن سے بھی ملاقات رہی۔

یکم ستمبر ۲۰۰۰ء سے حضرت توصیف ملت نے حلقہ سنیت کا دورہ کیا

اور اس طرح آپ نے نیویاک، نیوجرسی، نیوارک، ہوسٹن، ٹکساس، ڈائی لال، نولوارک، کوئی ٹکٹ، اسٹمفر ڈ، بروک لین، مین ہٹین الاسکا، میکسیکو، کیلی فورینا، ورجینیا اور واشنگٹن وغیرہ شہروں کا دورہ کیا۔ کئی شہروں میں آپ نے مذہبی اور ادبی کانفرنسوں اور مذاکرات میں شرکت کی۔

اس سفر میں آپ نے امریکہ کے علماء وائمہ، مختلف مذہبی انجمنوں کے صدور نیز ہندوپاک سے، امریکہ تشریف لیجانے والے علما سے ملاقاتیں کیں، جن جن شہروں کا آپ نے دورہ کیا وہاں کافی لوگ آپ سے داخل سلسلہ بھی ہوئے۔

جن علماء و مشاہیر مذہبی شخصیات نے توصیف ملت سے ملاقات کی ان میں چند اسماء قابل ذکر ہیں۔

مولانا غلام یسین رضوی۔ مولانا فضل رسول چشتی، مولانا قمر الحسن بستوی مولانا غفران علی صدیقی، مولانا فضل ربی، مولانا تسنیم احمد (کوئی ٹکٹ) سید مظفر شاہ ڈلاس، مولانا غلام احمد رضا مسجد الاکرم، مولانا صابر رضا منشی فضل احمد رضا، مولانا بشیر سیالوی رضوی، مولانا تسنیم حسن، مولانا احمد النبی رضوی، مولانا مظفر احمد، مولانا غلام زرقانی، ڈاکٹر رفیق احمد چودھری صدر انجمن خدام رضا نیوجرسی، مولانا بشیر محمد رضوی نیوجرسی، محمد اعجاز صدر جند اللہ کوئی ٹیکٹ وغیرہم۔

مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ چند حسب ذیل اسماء اور بھی قابل ذکر

ہیں جنہوں نے حضور تو صیف ملت سے استفادہ کیا نیز ان کی پذیرائی میں پیش پیش رہے شہر ہوسٹن میں اسد اللہ ایم۔ قاضی، ماموں محمد سعید بیگ، سید شاہد علی شاہ عمادی گیدی، شہر ڈلاس میں سید مظفر شاہ۔ شہر کوئی ٹیکٹ میں فرقان تو صفی رضوی، محمد شفیع، منشی رضوی۔ مختلف شہروں سے محمد الیاس صبور اسٹیمفر ڈ، حاجی تسنیم حسن مین رو، حامد رضا، احمد رضا (ڈنبری) ڈاکٹر وحید بٹھہ، معین ایم کپاڈا۔ پولیس افسر مظفر ایچ صدیقی وغیرہم۔ علاوہ ان کے ویسٹ کے باشندے بروئبل ایس، اے، خان بھی ملے۔ اختر عبداللہ اور عمادی گیدی نے تو صیف ملت کی ریڈیو تقریریں نشر کرائیں۔ امریکہ سے ۲۵ اکتوبر کو چلکر ۲۶ اکتوبر کو آپ دہلی پہونچے اور پھر وہاں سے آپ بریلی شریف تشریف لائے۔

حج و عمرہ:

پہلا حج زیارت:- ۱۹۸۲ء یہ حج زیارت آپ نے موریشس سے آکر کیا دوسرا حج زیارت ۱۹۸۹ء تیسرا حج زیارت:- ۲۰۰۱ء علاوہ ان کے ۱۹۸۷ء اور ۱۹۹۳ء میں آپ نے عمرے بھی کئے۔ سعودیہ میں حج و عمرہ کے دوران آپ نے کبھی بھی کسی نجدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ ایک دوبار ایسا موقع بھی آیا کہ سعودی سپاہیوں سے آپ کی جھڑپ بھی ہوئی مگر شیر رضا کو یہ سگان و ہابیت مرعوب نہ کر سکے، بلکہ انہیں خود خائب و خاسر ہونا پڑا۔ حج و عمرہ کے زمانے میں ہمیشہ حضور قطب مدینہ کے صاحبزادہ

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدنی دامت برکاتہم العالیہ نے آپ کی بڑی پذیرائی کی حج کے دوران یورپ کے لوگ اور بنگلہ دیشی صاحبان آپ سے قادریہ سلسلے میں بیعت بھی ہوئے۔

بیعت و ارشاد:

تو صیف ملت، خطیب اعظم ہند حضرت مولانا محمد تو صیف رضا خان صاحب قبلہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں بیعت کرتے ہیں اور اسی میں خلافت و اجازت بھی مرحمت فرماتے ہیں۔

برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش میں آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں ہندوستان کے یوں تو سبھی علاقوں میں آپ کے مریدین کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے لیکن صوبہ بہار اور بنگال میں آپ کے مریدین کثرت سے ہیں نیز بنگلہ دیش میں بھی ہزاروں مریدین موجود ہیں۔ نیپال میں بھی آپ کے مریدین کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ غرض کہ جن جن ممالک کا آپ نے دورہ فرمایا ہے ان سبھی ملکوں میں آپ کے مریدین پھیلے ہوئے ہیں۔ ابھی سفر امریکہ سے قبل آپ کا جو باؤڈاٹا تیار ہوا تھا اس کے مطابق بھارت میں آپ کے مریدین کی تعداد قریب ایک لاکھ ہے اور بیرون ممالک لگ بھگ دس لاکھ۔

توصیف ملت کے مشاہیر خلفاء:

(۱)۔ مولانا سید الیاس چٹاگانک، بنگلہ دیش

- (۲) مولانا عبدالوحید ربانی، ملتان پاکستان
 (۳) مولانا ضیاء الحسن حیدر آباد۔ پاکستان
 (۴) مولانا عبید الجبار رحمانی۔ حیدر آباد (پاکستان)
 (۵) مولانا عبدالوہاب۔ کراچی۔ پاکستان
 (۶) مولانا سید کلیم میاں، کراچی، پاکستان
 (۷) مولانا اسرائیل نقشبندی کراچی پاکستان۔
 (۸) مولانا محمد فاضل۔ فتح گنج بریلی شریف
 (۹) مولانا محمد شا کر رضوی۔ پورنپور
 (۱۰) مولانا سخاوت حسین، مراد آباد
 (۱۱) مفتی ذکاء اللہ کنڈا پرتاب گڈھ
 (۱۲) مولانا جمیل احمد جھانسی
 (۱۳) مولانا سلطان رضا بہرائچ
 (۱۴) مولانا احمد رضا پوکھریا (بہار)
 (۱۵) مولانا ثناء المصطفیٰ مٹریا (بہار)
 (۱۶) مولانا محمد قاسم سرنڈ (بہار)
 (۱۷) مولانا غلام مصطفیٰ۔ بوکارو (بہار)
 (۱۸) مولانا خورشید احمد سیون ڈیہہ، بہار۔
 (۱۹) مولانا جہانگیر بھگلپور، بہار۔

- (۲۰) مولانا سید علی احمد، سیوان، بہار۔
 (۲۱) مولانا اسلم القادری، مرغیا چک بہار۔
 (۲۲) مولانا حسن امام۔ بنگال۔
 (۲۳) مولانا زین العابدین بنگال
 (۲۴) مفتی علیم الدین، مرشد آباد (بنگال)
 (۲۵) ڈاکٹر نصیر الدین، بنگال
 (۲۶) مولانا ساجد حسین نیپال۔
 (۲۷) مولانا محمد اسرائیل نیپال
 (۲۸) مفتی محمد عثمان، نیپال۔
 (۲۹) مفتی عین الحق، نیپال
 (۳۰) عزیز الدین جعفری، چھرپور، (مدھیہ پردیش)
 (۳۱) مولانا آفاق عالم، دھنپوری،
 (۳۲) سید نہال احمد، دیوسر۔
 (۳۳) مولانا محمد عمر نورانی، گیا (بہار)
 (۳۴) حضرت مولانا حافظ حامد رضا سیالکوٹی (پاکستان)
 (۳۵) حضرت مولانا حامد ضیاء قادری سیالکوٹی (پاکستان)
 (۳۶) مولانا محمد خورشید عالم رضوی (کشمیر) وغیرہم

دیگر دینی و ملی خدمات و پروگرام:

بیعت و ارشاد اور وعظ و خطابت، دینی و ملی خدمات میں شمار ہوتے ہیں ان امور کے علاوہ حضرت توصیف ملت ”سنی جمیۃ العوام“ کے ذریعہ بھی دینی و ملی خدمات کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ”سنی جمیۃ العوام“ کے بانی اور صدر اپنی حیات تک ان کے والد گرامی وقار، ریحان ملت حضرت مولانا محمد ریحان رضا خاں رحمانی میاں قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان ہی تھے۔ انہوں نے اس جماعت کے توسط سے خصوصیت کے ساتھ اتحاد ملت، یعنی مسلمانان اہل سنت کے مابین مشربی برادرانہ اختلافات ختم کر کے انہیں اتحاد و اتفاق کے بندھن میں باندھ کر ملت واحدہ بنانے کے سلسلے میں نمایاں کام کیا۔ بریلی شریف اور دیگر شہروں میں ”اتحاد ملت کانفرنس“ کرائی اور سنیوں کے آپسی اختلافات کو کافی حد تک دور کرنے میں کامیاب بھی رہے۔ حضور ریحان ملت قدس سرہ العزیز کے وصال (۱۹۸۵ء) کے بعد اس کے صدر حضرت توصیف ملت مولانا محمد توصیف رضا خاں صاحب قبلہ چنے گئے۔ تب سے اب تک آپ ”سنی جمیۃ العوام“ کی ملک کے مختلف صوبوں اور شہروں میں شاخیں قائم کر کے ان کے ذریعہ مسلمانوں کے اندر دینی شعور اور قومی ملی اور سیاسی بیداری پیدا کرنے کا کام انجام دے رہے ہیں۔ بنگال، بہار اور اتر پردیش اور خاص طور سے ان صوبوں کے مندرجہ ذیل مقامات:

کلکتہ، مرشد آباد، سیتامڑھی، پوکھریا، پٹنہ، الہ آباد، کانپور لکھنؤ پٹلی بھیت، اور بریلی شریف اطراف و جوانب کے قصبات نیز ملک کی

راجدھانی دہلی میں بھی کی شاخوں کے ذریعہ دینی، ملی اور مسلم سیاسی امور میں کافی حد تک کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔

ملک میں جب بھی مسلمانوں کے دین و عقائد، عائلی قوانین اور حقوق پر حملے کئے گئے تو صیف ملت نے ہر موقع پر بڑھ چڑھ کر قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔

”مسلم پرسنل لایمیں“ ترمیم اور یکساں سول کوڈ“ کے نفاذ کے اعلان کے مواقع پر آپ نے ”سنی جمیۃ العوام“ کے پلیٹ فارم سے زبردست تحریکیں چلائیں۔ پٹلی بھیت، بریلی شریف اور لکھنؤ وغیرہ میں ”جیل بھر و آندولن“ چھیڑا، اس طرح ۱۸۰۰۰ گرفتاریاں کرائیں۔

۱۹۹۹ء میں اتر پردیش کی بھاجپائی حکومت نے جب مذہبی عمارات و مقامات ریگولیشن ایکٹ“ بنا کر مسلم اوقاف، مساجد و مقابر و مدارس وغیرہ پر حملے کی چال چلی تو اس موقع پر بھی حضرت توصیف ملت نے بیانات دیئے پریس کانفرنس کرائیں اور لکھنؤ، کانپور، پٹلی بھیت اور بریلی شریف وغیرہ میں احتجاجی جلسے کرائے۔

دہلیان سعودیہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار اقدس کو منہدم کیا تو اس پر حضرت توصیف ملت نے زبردست تحریک چھیڑی اور دہلی میں عظیم الشان ”عظمت والدین کانفرنس“ کا انعقاد کر کے سعودی سفارتخانہ کے توسط سے سعودی حکومت کو میمورنڈم دیا۔

زیر نظر کتاب میں حضور توصیف ملت کے ان تمام دین و ملی کارناموں نیز اخباری بیانات اور مختلف جلسوں اور کانفرنسوں کے خطبہ ہائے

صدارت کو پیش کرنا یا حضرت توصیف ملت کے دینی و ملی خدمات کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ انشاء اللہ اس کے دوسرے اڈیشن میں تفصیلات پیش کی جائیں گی۔

دینی و ملی خدمات کا منصوبہ:

طلبہ کو علم دین کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے آراستہ کرنے نیز ”اردو کو استحصال سے بچا کر اس کے مثبت فروغ کے سلسلے میں اور خاص کر رضویات کے فروغ کے سلسلے میں آپ نے حسب ذیل پروگرام تیار کیا جس پر انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی عمل ہوگا۔ ان امور کی انجام دہی کے لئے حضرت توصیف ملت نے محلہ سوداگران رضا نگر میں غیر مسلموں سے دو مکانات خرید کر جامع اعلیٰ حضرت کا قیام فرمایا۔ جس میں الحمد للہ تعلیمی سلسلہ جاری و ساری ہے۔

سیاسی و سماجی سرگرمیاں:

عام طور سے علماء کے لئے سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ سیاسی قیادت، اور عوام و خواص میں سیاسی بیداری کے بغیر ملک میں باوقار زندگی گزارنا روز بروز مشکل ہوتا چلا جا رہا ہے لہذا یہ ضروری ہے کہ علماء دینی و ملی تشخص برقرار رکھتے ہوئے مثبت اور تعمیری سیاست میں حصہ لیں، اور منفی اور تخریبی سیاست کا جواب دیں۔ سیاست میں اگر اعتدال اور توازن قائم رکھا جاتا ہے تو سماجی اور معاشی شعبہ ہائے حیات میں بھی اعتدال اور توازن قائم رہتا ہے۔ بہر حال آج ہمارے متعدد دینی رہنما یعنی علمائے کرام سیاست میں حصہ لے رہے ہیں البتہ ضروری یہ ہے کہ سیاست ذاتی

مفاد یا محض کرسی کے لئے نہ کی جائے بلکہ سطح نظر قومی ملی فلاح و بہبود ہو اور اگر کوئی سیاسی عہدہ و منصب مل بھی جائے تب بھی اس کا استعمال قوم و ملت ہی کے فلاح کے لئے کیا جائے۔

حضرت توصیف ملت قبلہ کے والد محترم حضور ریحان ملت علیہ الرحمہ والرضوان نے بے داغ سیاست کی اور دس سال تک ایم۔ ایل۔ سی رہنے کے باوجود بھی اپنی ذات کے لئے کچھ نہ کمایا۔ حضرت توصیف ملت بھی اپنے والد ماجد نور اللہ مرقدہ کے دکھائے ہوئے راستے پر گامزن ہیں۔ مسلم پرنسپل لاء، یکساں سول کوڈ، مذہبی مقامات ریگولیشن ایکٹ وغیرہ کے سلسلے میں آپ کا سیاسی کردار بڑا موثر رہا ہے۔ سیاست میں دخل کی ہی وجہ سے آپ نے دو بڑے اہم کام بھی انجام دیئے۔

(۱) اعلیٰ حضرت یادگاری ڈاک ٹکٹ کا اجرا (۲) بریلی شریف سے اجمیر شریف اور بریلی شریف سے ممبئی کے لئے اکسپریس ٹرینوں کا چلوانا۔

اعلیٰ حضرت یادگاری ڈاک ٹکٹ:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی یاد میں آپ کی کاوش سے مرکزی محکمہ ڈاک نے ۳۱ دسمبر ۱۹۹۵ء میں کانپور میں ایک یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کیا جس میں اس وقت کے وزیر داخلہ مسٹر چوہان، وزیر اطلاعات و نشریات اور دوسرے وزرا، محکمہ ڈاک کے ڈائریکٹر اور افسران نیز معززین نے بھی شرکت کی۔ اس ڈاک ٹکٹ پر مزار اعلیٰ حضرت کے علامتی گنبد کا بڑا حسین نقشہ

حضور تو صیف ملت ہی کی کوشش سے ۵ جنوری ۱۹۹۶ء کو بریلی شریف سے بمبئی اور اجمیر شریف کے لئے دواکسپریس ٹرینیں چلائی گئیں۔ بمبئی والی ٹرین ہفتہ میں ایک بار اور اجمیر شریف والی ٹرین ہفتہ میں دوبار بریلی شریف سے چھوٹی ہے بریلی شریف سے اجمیر شریف والی ٹرین اب گاندھی نگر (گجرات) تک جاتی ہے۔

”سیاست ہی کے توسط سے آپ نے سماجی کارنامے بھی انجام دیئے ہیں۔ سنی جمعیۃ العوام“ کی جو شاخیں مختلف مقامات پر قائم ہیں۔ ان کے ذریعہ بہت سے مسلم مسائل جیسے بیجا پولیس مظالم سے مسلمانوں کو تحفظ دینا اور یتیموں کی سرپرستی، لڑکیوں کی شادی، لاوارثین کی تکفین و تدفین وغیرہ۔

تصانيف:

(۱) خطبات رضا----- (۲) تعلیمات رضا

(۳) مسلک اعلیٰ حضرت-----پندرہویں صدی کے مجدد

حضور تو صیف ملت بہت ہی متحرک اور بیدار مغز انسان ہیں۔

رب عظیم آپ کو تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور دین و ملت کی خدمات لیتا رہے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین

محمد خورشید عالم رضوی

پرنسپل جامع اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف

نعت پاک

میرے حضور آگئے

رحمتوں کی چھاگئی گھٹا جب مرے حضور آ گئے

دشت لالہ زار بن گیا جب مرے حضور آ گئے

ظلمتوں کی چھٹ گئی فضا چہرہ الم اتر گیا

بن کے بیکسوں کا آسراجب مرے حضور آ گئے

ابن ابوقہافہ کو ملا نام یار غار مصطفیٰ

صدق کا بنے وہ آئینہ جب مرے حضور آگئے

کیا بیاں ہو شوکت عمر عدل کے ہیں آپ تاجور

خود کو وقف دین حق کیا جب مرے حضور آ گئے

بو تراب مرد حق ولی جان اولیاء ہوئے علی

مصطفیٰ سے سلسلہ ملا جب مرے حضور آ گئے

لات ہو منات ہو ہُنبُل ہو ہو گیا سبھی کا نام گل

نام حق فضا میں گونج اٹھا جب مرے حضور آ گئے

(از: تاج السنہ)

عدل و انصاف

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده
اما بعد افاغوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ صدق الله العظيم وبلغنا رسوله النبي الحبيب
العطوف الامين الكريم.

برادران ملت اسلامیہ آج کی اس عظیم الشان محفل نور میں یہ ناچیز
حقیر و فقیر سراپا تقصیر کچھ دیر اور کچھ دور تک اپنی خطابت کی نئی نوازیوں سے
آپ کی سماعت کی پاکیزہ زمین کو عشق و وفا کے گلہائے رنگارنگ سے
کھلانے کی ایک کامیاب کوشش پر آمادہ ہے۔

اگر آپ کی سماعت اچھی رہی تو انشاء اللہ العزیز میں عام طور پر اسٹیج
کی روایتوں سے ہٹ کر قرآن و حدیث اور بزرگوں کی زندگی کے پاکیزہ
اوراق کے اجالے میں تقریر کا وہ ہنر پیش کروں گا کہ آپ حضرات ایک سال
تک نہیں بلکہ مرتے دم تک میری خطابت کے چند گوشوں کو اپنے قلوب و
اذہان کے نہاں خانے میں محفوظ رکھیں گے۔

ایک پتھر کی تقدیر سنو سکتی ہے :

ایک پتھر کی بھی تقدیر سنو سکتی ہے

شرط یہ ہے کہ اسے قرینہ سے تراشا جائے

ایک پتھر ہے اگر اسے گلی کوچے میں پھینک دیا جائے تو ہر شخص اسے
اپنے پیروں سے ٹھوکرے مارتا ہے اگر ایک پتھر کو تاج محل سے لگا دیا جائے تو
پوری دنیا کے سیاح آکر اسے عقیدت و محبت سے دیکھا کرتے ہیں اور اس
کے حسین نظاروں سے اپنی نظروں کی تشنگی کو دور کرتے ہیں: اور اگر ان ہی
میں سے ایک پتھر کو ہند کے راجہ ہم سب کے خواجہ سلطان الہند سیدنا معین
الدین حسن چشتی المعروف بہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے کی
چوکھٹ سے نصب کر دیا جائے تو بڑے بڑے حکمران متکبر فرماواں بھی اپنی
جبین نیاز کو جھکاتے اور پیشانیاں رگڑتے نظر آتے ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ
سلطنت و حکومت کی بھیک بھی مانگتے ہیں اور عریضہ پیش کرتے ہیں کہ سرکار
ہماری حکومت بحال رکھنا! یہ وہی غریب نواز ہیں جنہوں نے رضائے الہی کی
خاطر اپنی دولت و ثروت کو راہ خدا میں لٹا دیا اور مذہب و ملت کی اشاعت اور
اسلام کی تبلیغ کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تو اللہ رب العزت نے آپ کو
اس کا نعم البدل عطا فرمایا یعنی شرف و ولایت سے مشرف فرمایا اور ساتھ ہی
ہندوستان کی شہنشاہی بھی عطا کی کہ اپنے رب کی عطا سے اپنے منکوتوں کو جو،
چاہیں عطا کریں اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے سے یہ بھی وعدہ فرمایا کہ آپ
کے کسی بھی نام لیوا کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک انہیں توبہ کی
توفیق نصیب نہ ہو جائے۔ اسی لیے تو برادر اعلیٰ حضرت استاد زمن علامہ حسن
رضا خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

خواجہ ہندوہ دربار ہے اعلیٰ تیرا ☆ کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا
اور کسی دوسرے شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے

جب انکے گدا بھر دیتے ہیں شاہان زمانہ کی جھولی ☆ محتاج کا جب یہ عالم ہے تو مختار کا عالم کیا ہوگا
محترم سامعین کرام! جب بات پتھر کی چلی ہے تو تھوڑی دیر کے لیے اپنی توجہ
کو ہماری طرف مبذول کریں: ایک پتھر وہ بھی ہے جو مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ
میں نصب کیا گیا ہے جس کا نام حجر اسود ہے اس کی عظمت و بزرگی کا عالم تو یہ
ہے کہ اگر حجاج کرام تمام ارکان حج ادا کر لیں اور حجر اسود کا بوسہ نہ لیں تو ان کا
حج ہی مکمل نہیں ہوگا اس پتھر یعنی حجر اسود کو یہ مقام و مرتبہ یہ رفعت و بلندی یہ
عز و شرف یہ عظمت و بزرگی کیسے ملی یہ اسلئے ملی کہ رسول گرامی و قار محبوب
پروردگار سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل کا قرار جناب احمد مختار صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار حجر اسود کا بوسہ لیا تو اللہ رب العزت کو اپنے محبوب
کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ تا قیام قیامت تمام حاجیوں کے لئے لازم و ضروری
قرار دے دیا تا کہ میرے محبوب کی یہ سنت ہمیشہ کے لئے جاری و ساری
رہے۔ ایک مرتبہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی حجر
اسود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے حجر اسود میں تجھے ہر گز ہرگز نہیں چومتا اگر
رسول کائنات نے تجھے بوسہ نہ دیا ہوتا تو اس سے معلوم ہوا کہ نسبت سے شئی
ممتاز ہوا کرتی اور کیوں نہ ہو کہ اسے نسبت ہے احمد مختار سے:

میرے عزیز! اس سے معلوم ہوا کہ ایک وہ پتھر جو گلی کو چہ میں پڑا

ہے اور ایک پتھر وہ سے جو تاج محل میں نصب ہے اور ایک پتھر وہ ہے جو خانہ
کعبہ میں نصب ہے حالانکہ تمام پتھروں کی ماہیت ایک ہی ہے منبع و مخزن
ایک ہی ہے مرجع و معاد بھی ایک ہی ہے پھر یہ تفاوت کیسے تو پتہ چلا کہ جب
مقام بدل جائے تو مراتب بھی بدل جاتے ہیں یہیں سے عقائد دیانہ و وہابیہ
کی قلعی کھل گئی کہ جب ایک معمولی سا پتھر ایک دوسرے کے برابر نہیں تو نبی
اور امتی کیسے برابر ہو سکتے ہیں یہ رسول اللہ سے دشمنی نہیں تو اور کیا ہے اور
دشمن رسول کا مسکن جہنم ہے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں، اب امام
عشق و محبت کا شعر پڑھو ایمان تازہ ہو جائے گا روح میں توانائی آجائے گی
وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ☆ ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو ☆ ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی
آج کل کچھ عقل کے اندھے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں نبی ہماری
طرح بشر ہیں مگر ہم کہتے ہیں ہاں! نبی بشر ہیں پر ہماری طرح نہیں بلکہ ایسے
بشر ہیں کہ ابوالبشر بھی ان کی طرح نہیں اعلیٰ حضرت میدان عشق کے دھنی
ہیں اور فرماتے ہیں۔

ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل ☆ اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے
اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ☆ ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ☆ ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ
اب بات سمجھ میں آگئی کہ نبی ہماری طرح بشر نہیں بلکہ نوری بشر ہیں

اور ہم ٹھہرے خاکی بشر! تو خاک کو نور سے کیا نسبت

چہ نسبت خاک را با عالم پاک ☆ کجا موسیٰ و کجا دجال ناپاک

ایک مرتبہ آقا کریم نے حضرت ابو بکر صدیق سے فرمایا ابا بکر! لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی اے ابو بکر میرے رب کے سوا مجھے کسی نے نہیں پہچانا آقا اس سے فرما رہے ہیں جو غار ثور میں نبی کے ساتھ ہیں جو خلوت و جلوت میں نبی کے ساتھ ہیں جو سفر و حضر میں نبی کے ساتھ ہیں جو نشست و برخاست میں نبی کے ساتھ ہیں، جو رکوع و سجود قیام و قعود میں نبی کے ساتھ ہیں نبی ان سے فرما رہے ہیں اے ابو بکر میرے رب کے سوا مجھے کسی نے نہیں پہچانا تو جب صدیق اکبر نبی کی حقیقت نہیں پہچان سکے جب فاروق اعظم نبی کی حقیقت نہ پہچان سکے جب عثمان ذو النورین نبی کی حقیقت نہ پہچان سکے، جب مولائے کائنات علی مرتضیٰ نبی کی حقیقت نہ پہچان سکے حضرات صحابہ کرام نہ پہچان سکے:

تو یہ چودھویں صدی کا سڑک چھاپ ملا کیا پہچان سکے گا اسی لئے تو فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

وہ حبیب پیارا جو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سر بسر

ارے تجھ کو کھائے تپ ستر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

ذباب فی ثیاب لب پیکہ دل میں گستاخی

سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

آدم بر سر مطلب! سامعین کرام جب ایک پتھر کی تقدیر اس طرح سنور سکتی ہے تو خوش نصیب ہیں آپ کہ خدائے وحدہ لا شریک لہ نے آپ کو پتھر نہیں بلکہ انسان بنایا اور اللہ کا کرم تو دیکھو! کہ اس نے لقد کر منا بنی آدم کے تاج سے ہمارے اور آپ کے سروں کو مزین فرمایا یعنی تمام مخلوقات میں اشرف و اعلیٰ بنایا اور کرم بالائے کرم یہ ہے کہ اس نے انسانوں میں صاحب ایمان بنایا، ایمان کی دولت سے نوازا۔ خلاق کائنات کا جتنا شکر ادا کرو کم ہے رب لم یزل کا فرمان عالیشان ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ - یعنی تم اگر میری دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں عطا کروں گا! فرمان خداوندی کے مطابق جتنا اس کا شکر ادا کرو گے اتنی ہی نعمتوں میں اضافہ ہوگا مگر ایک بات لوح دل میں اچھی طرح نقش کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ساری نعمتیں اپنے حبیب پاک صاحب لولاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے ہی عطا فرماتا ہے۔ جیہی تو امام عشق و محبت فرماتے ہیں:

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا

بٹی ہے کوئین میں نعمت رسول اللہ کی

رب ہیں معطی یہ ہیں قاسم

رِزْقِ اَنْ كَا كَهْلَاتِیْہِ ہِی ہِی ہِی

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

اَنَا اعطینا ک الکوثر

تم ہو جو ادا کریم تم ہو رؤف و رحیم

بھیک ہو داتا عطا تم پہ کرو روں درود

خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم

تم سے ملا جو ملا تم پہ کرو روں درود

اصل ہر بود و بہو دھم وجود قاسم کنز نعمت پہ لاکھوں سلام
میں اپنی گفتگو آگے بڑھانے سے قبل بہتر و مناسب ہی نہیں بلکہ
انسان سمجھتا ہوں کہ سرکار کا ایک فرمان جنت نشان آپ کی سماعتوں کے
پاکیزہ لوح پر اتارنے کوشش کر رہا ہوں آقاؐ فرماتے ہیں۔

اللہ عز وجل وعلا نے ایک فرشتہ پیدا کیا جس کے دونوں بازوؤں کا
درمیانی فاصلہ مشرق و مغرب کو محیط ہے سراسر اس کا زیر عرش ہے اور دونوں پاؤں
تحت الثریٰ میں ہیں روئے زمین پر آباد خلق کے برابر اس کے پر ہیں میری
امت میں سے جب کوئی مرد یا عورت مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اس فرشتے کو
اذن الہی ہوتا ہے کہ وہ عرش کے نیچے بحر نور میں غوطہ زن ہو تو وہ غوطہ لگاتا ہے
جب باہر نکل کر وہ اپنے بازو یعنی پر جھاڑتا ہے تو اس کے پروں سے قطرات
مُپکتے ہیں،

ذات باری تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا کرتی ہے جو قیامت
تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے!

ایک دانا کا قول ہے کہ جسم کی سلامتی کم کھانے میں ہے اور روح کی
بقا کم گناہوں میں ہے اور ایمان کی سلامتی حضور نبی کریم روف و رحیم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے میں ہے اسی لیے فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

رب اعلیٰ کی نعمت یہ اعلیٰ درود حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقاؐ پہ بے حد درود ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

اب جو حضرات مغفرت کے خواہاں ہیں وہ اپنی غلامی کا ثبوت
دیتے ہوئے صلوٰۃ و سلام کی ڈالی عقیدت و محبت کی تھالی میں سجا کر شفیع
المذنبین گنبد خضریٰ کے مکین رسول صادق و امین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بار
گاہ بیکس پناہ میں ارسال فرمائیں پڑھیں باواز بلند درود پاک.....

اللہ کے نبی ارشاد فرماتے ہیں جو کوئی میرا چاہنے والا، میرا دیوانہ میرا
جان نثار محبت سے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو میرا اللہ اس ایک دفعہ درود
بھیجنے والے پر اپنی دس رحمتیں برکتیں بھیج دیتا ہے اور اس پر ہی بس نہیں بلکہ
خدا کے رحم و کرم کا دریا موجیں مارتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پہ درود بھیجنے
والے پر دس رحمتوں کا نزول فرماتا ہے اور اس درود بھیجنے والے کے دس
درجات بلند فرماتا ہے اور اس کی دس خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے۔

رب قدر کی شان کریمی تو دیکھو ایک دفعہ درود بھیجنے پر تیس فائدے
عطا فرماتا ہے دو دفعہ پر ساٹھ فائدے اور تین دفعہ پر نوے فائدے اسی
طریقے سے حساب لگاتے جائیے آپ کے حساب کی طاقت کم پڑ جائیگی مگر
ثواب اور رب لم یزل کے خزانہ عطا میں کمی نہیں آسکتی اسی پر ایک بات یاد آگئی۔
عالم تصورات میں ہندوستان (کے ہر سنی مسلمان) اس عاشق
صادق سے سوال کرتے ہیں جنہوں نے اپنی زیست کا ہر لمحہ ہر گوشہ عشق
رسول کے سایہ پیکراں میں صرف کیا ان ہی کی بارگاہ عالیجاہ میں عریضہ ہے
کہ جب ایک دفعہ درود پڑھنے پر اللہ رب العزت کی جانب سے تیس

فائدے عطا کئے جاتے ہیں دو دفعہ پر ساٹھ اور تین دفعہ پر نوے فائدے عطا کئے جاتے ہیں؟ اب دل ہی تو ہے تقاضہ محبت ہی تو ہے، عشق کا طوفان ہی تو ہے جی چاہتا ہے کہ سرکار پر درود کی اس طرح برسات کر دی جائے کہ سانسوں کی قلت ہو جائے اور درودوں کی کثرت ہو جائے۔

آپ نے فتاویٰ رضویہ جیسی عظیم شاہکار کتاب (جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے) نذر ناظرین کر دیا۔ آپ نے ترجمہ قرآن بنام کنز الایمان اہل ایمان کی رشد و ہدایت کے لیے باضابطہ تحریر فرمایا آپ کو پچپن علوم و فنون پر کامل دسترس حاصل ہے، آپ نے ہزار سے زائد کتب تصنیف فرمائیں۔

مگر شمع رسالت کے پروانوں کے اس سوال کا جواب تو دیجئے ایسا کوئی نسخہ کیمیاء تو بتائیے ایسا کوئی ضابطہ حیات تو مرتب فرمائیے کہ ایک دفعہ درود بھیجیں تو تیس فائدے، ایک ہی وقت میں ہم ایک دفعہ درود بھیج سکتے ہیں لیکن طبیعت چاہتی ہے کہ لوگ میری سانسیں گن لیں، میرے دل کی دھڑکنیں لوگ شمار کر لیں، میری زبان کی حرکتیں اولاد آدم شمار کر لیں، مگر میرے بھیجے ہوئے درودوں اور سلاموں کی کوئی انتہاء اور حد نہ ہو بلکہ تمام حدود سے بالاتر ہو جائے۔

تو بریلی کا تاجدار کشتی امت کے کھیون ہارسیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے مسکرا کر فرمایا اور ایسی راہ ہموار فرمائی اور ہم غلاموں کو جینے کا شعار عطا فرمایا اور حالت وجد میں تڑپ کر فرمایا ایسے کہا کرو:

کعبہ کے بدر الدجی تم پہ کرو درود طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کرو درود
شافع روز جزا تم پہ کرو درود دافع جملہ بلا تم پہ کرو درود
ارے دنیا مجھ سے کہتی ہے کہ تم جنت کے حصول کا طریقہ ڈھونڈ لو مگر
بریلی کے تاجدار نے ایک ہی سانس میں دیوانوں کو جنت کے کروڑوں
محلات اپنے نام کرنے کا ہنر دیدیا۔

اسی لیے شہزادہ اعلیٰ حضرت فخر سنیۃ حضور مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں:
ریاضت کے یہی دن ہیں بڑھاپے میں کہاں ہمت
جو کچھ کرنا ہو اب کر لو ابھی نوری جواں تم ہو

اسلام کا نظام عدل اور اس کی بالادستی:

اب آپ تاجدار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہر
ی زندگی پاک کا وہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس میں عدل و انصاف کا گوہر
نایاب نظر آتا ہے رسول اللہ کی بارگاہ میں طرح طرح کے مقدمات آتے
سرکار کی بارگاہ کے اندر فیصلے آتے اور فیصلہ سرکار کو سنانا ہوتا اور بڑے ہی
عجیب و غریب معاملات ہوتے بڑی عجیب کیفیت ہوتی کہیں بہت ہی زیادہ
قریبی لوگ مقدمہ لیکر آتے کبھی بالکل اخص الخاص لوگ فیصلے کے لیے حاضر
خدمت ہوتے اور حضور کو ان کی مرضی کے خلاف فیصلہ سنانا ہوتا اور ان کی
طبیعت کے برعکس فیصلہ کرنا ہوتا چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہی ہوا فاطمہ نام کی ایک
دوشیزہ نے چوری کی رسول رحمت شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس

کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا ایک صحابی سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یہ بڑے باپ کی بیٹی ہے سرکار اس کے حال زار پر نگاہ کرم فرمائیں اور اس کی سزا میں کچھ تخفیف فرمادیں، قانون میں کچھ رعایت فرمائیں۔

اب دیکھئے اسلام کس انداز سے پھیلا ہے، کس طریقے سے پروان چڑھا ہے کس انداز سے اسلام کی آبیاری کی گئی ہے کس طور پر اسلام کو سینچا گیا ہے حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ میرا جان نثار ہے یہ میرے ایک اشارے پر اسلام کی خاطر جان نچھاور کرنے کے لئے تیار ہے یہ مجھ پر جان چھڑکنے والا ہے یہ مجھ پر مر مٹنے والا ہے یہ میرا وفادار ساتھی ہے ذرا اس کی سفارش کو میں قبول کر لوں سرکار نے یہ نہیں فرمایا: بلکہ فرمایا سنو اور کان کھول کر کے سن لو! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کا ارتکاب کرتی اور اس گھناؤنی جرم میں پکڑی جاتی تو میں فاطمہ بنت محمد پر بھی قانون اسلام نافذ فرما دیتا اور شریعت مطہرہ کے اصول و ضوابط کو اس پر مسلط کر دیتا تو اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اسلام صرف زبانی طور پر نہیں پھیلا ہے اسلام میں جو قانون غریب کے لیے ہے وہی قانون امیر کے لیے بھی ہے قانون اسلام امیر و غریب سب کے لیے یکساں ہے قانون اسلام کے اندر جو بھی آیا سرکار نے کسی کی بھی رعایت نہیں فرمائی شمع رسالت کے پروانو! اسی پر چم عدل و انصاف کو صحابہ نے سنبھالا خلفائے راشدین نے سنبھالا تابعین نے سنبھالا، اور اولیائے

کاملین نے سنبھالا۔

یہیں سے سرکار ابد قرار نے پوری دنیا کو درس دیدیا، جینے کا سلیقہ دیدیا کہ اسلام کس طریقے سے پھلتا اور پھولتا اور پوری دنیا میں پھیلتا ہے۔ تاجدار مدینہ نے یہ واضح کر دیا کہ اگر دنیا میں اسلام کی سر بلندی و سرخروئی چاہتے ہو اگر اسلام کا نفاذ اور فروع چاہتے ہو تو نفس کی نہ سنو، طبیعت کی نہ سنو بلکہ مشیت کی سنو خدا کے قانون کی سنو جب خدائے بزرگ و برتر کی بات سنو گے تو اللہ عز و جل و علامتہیں دو جہاں میں سر بلندی اور سرخروئی، عطا فریگا اور ہر محاذ پر کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار فرمائے گا اور دارین کی نعمت لازوال سے سرفراز فرمائے گا۔

رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ اسلام کی بالادستی کی فکر فرمائی اور جہاں تک بات رہی صحابہ کے نفس کی تو امام الانبیاء نے ایسا تزکیہ فرمایا تھا کہ صحابہ دین کے آگے اسلام کے سامنے قرآن کے سامنے، اور اسلام و قرآن کی تحفظ کے لیے اپنی ہر چیز مال و متاع قربان کرنے کے لیے ہر آن ہر لمحہ کمر بستہ رہتے تھے حتیٰ کہ اپنی متاع زیست تک کی پرواہ نہیں کرتے۔

اسی لیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جان دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
صحابہ کا مح نظر یہی تھا کہ ہم اپنی طبیعت کے قانون کی نہیں سنیں گے

ہم شریعت مصطفیٰ پر عمل کریں گے رسول اعظم کے فرمان ذیشان پر عمل کریں گے رسول گرامی وقار کی سنت کے مطابق زندگی بسر کریں گے اسلام کے قوانین پر تازیت عمل پیرا رہیں گے، صحابہ نے اسلام اسلام اسلام کہہ کر مسلمان مسلمان مسلمان کہہ کر دین و مذہب نہیں پھیلا یا بلکہ اس طریقے سے پھیلا یا کہ اسلام کے ہر قانون کو صحابہ نے اپنے وجود پر نافذ کیا، ایسا نہیں کہ کتابوں کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ کی ہو بلکہ اپنے وجود پر نافذ کر کے بتایا۔ جب وہ چلتے تھے تو ان کی مقدس زندگی کو دیکھ کر دنیا بے ساختہ پکار اٹھتی تھی کہ یہ چلتا پھرتا اسلام جا رہا ہے یہ چلتے پھرتے مسلمان جا رہے ہیں۔

عدل فاروقی تعظیم علی:

امام العادلین خلیفۃ المسلمین امیر المومنین سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایک زرہ کا معاملہ پیش آیا واقعہ یوں ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ فاروقی میں مقدمہ دائر کیا کہ یہ زرہ میری ہے در حقیقت وہ زرہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی تھی۔ تو مولائے کائنات نے فرمایا نہیں یہ زرہ میری ہے اس شخص نے کہا آپ گواہ پیش کیجئے تو مولائے کائنات نے اپنے بیٹے اور غلام کو بطور گواہ پیش کیا کہ ان دونوں سے پوچھ لو، اب مجمع عدالت کے اندر امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم نے مولائے کائنات کا تھوڑا سا احترام کر دیا اور کہا یا ابا الحسن یعنی کنیت سے پکارا اور اہل عرب کا دستور ہے کہ جب کسی کی تعظیم مقصود ہوتی ہے تو اسے

کنیت سے پکارتے ہیں اسی دستور کے مطابق فاروق اعظم نے کنیت سے مولیٰ علی کو مخاطب کر کے فرمایا یا ابا الحسن اور جب مولائے کائنات نے دو گواہ پیش کئے تو اب یہاں اسلام کا قانون ہے کہ گواہی کے اندر بیٹے اور غلام کی گواہی قابل قبول نہیں مدعی کے حق میں یا مدعا علیہ کے حق میں تو سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا بیٹے اور غلام کے علاوہ کسی اور کو پیش کیجئے؟ اس زرہ کو جاننے والا کوئی دوسرا تھا ہی نہیں کہ یہ مولیٰ علی کی ہے تو مولائے کائنات نے فرمایا میرے پاس ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں ہے جو میری زرہ کو میری ہونے کی شہادت دے اب جس نے دعویٰ کیا تھا کہ زرہ میری ہے وہ مسلمان نہیں تھا وہ اسلام کے بارے میں جاننا چاہتا تھا کہ قانون اسلام کے اندر یہ نہیں دیکھا جاتا ہے کہ کون اپنا ہے قریبی ہے یا کون پرایا ہے قانون سب کے لیے یکساں ہے۔ ذرا میں بھی دیکھوں تو سہی کہ اس قانون پر مسلمان کتنا عمل پیرا ہیں اس نے سیدنا فاروق اعظم سے کہا کہ مولیٰ علی کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے میرے پاس گواہ ہے میں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ یہ زرہ میری ہے تو پیکر عدل و انصاف سیدنا فاروق اعظم نے فیصلہ اس کے حق میں فرمادیا۔ اب جب کہ اس کے حق میں فیصلہ فرمادیا تو فیصلہ سن کر وہ اٹھا اور اٹھ کر پہلے مولیٰ علی کے قدم نازنین کو بوسہ دیا اور پھر سیدنا فاروق اعظم کے قدم پاک چومے بعد اس نے برجستہ کہا کہ سنو جو اسلام یہ نہیں دیکھتا کہ مسلمان ہے یا غیر مسلم وہ اسلام ہی کے قانون کو نافذ کرنے

_____ 40 _____

_____ 39 _____

کے لیے عدل و انصاف کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھتا ہے وہ دین وہ مذہب کبھی غلط نہیں ہو سکتا مجھے تو مذہب اسلام کے تعلق سے جاننا تھا اور آج میں نے جان لیا اور تسلیم کر لیا کہ اسلام ہی سچا دین ہے اسلام ہی سچا مذہب ہے اور میں آج سے آغوش اسلام میں آنے کے لیے بدل و جان تیار ہوں۔

لیکن مولیٰ علی کے چہرہ پاک کا رنگ اتر ا ہوا تھا سیدنا فاروق اعظم عدالت کے کام کاج کو ختم کر کے کا شانہ علی میں تشریف لائے اور معافی مانگ رہے ہیں کہ حضور کوئی بات دل کو ناگوار تو نہیں گزری، آخر کیوں خفا ہیں آپ مجھ پر، آخر کس بات نے آپ کو رنجیدہ کر دیا۔

میں نے آپ کو کٹھرے میں کھڑا کر کے سوال کیا اس لیے یہ بات حضور کو ناگوار گزری، آخر کیا ہوا:

اب مولائے کائنات کے تیور دیکھئے اور اسلام کی عظمت اور بالادستی کی نفاذ کا جذبہ دیکھئے؟ فرماتے ہیں یا امیر المومنین کٹھرے پہ کھڑے رہنے سے مجھے کوئی افسوس نہیں ہوا۔

اگر آپ میری ناراضگی کا سبب جاننا چاہتے ہیں تو سنئے بس ناراضگی اتنی ہی بات پر ہے کہ آپ نے مجھے علی کہہ کر کیوں نہیں پکارا ابو الحسن کہہ کر کیوں پکارا اس لیے کہ جب مقدمے کی سماعت کے موقع پر میں بھی کٹھرے میں کھڑا ہوں اور دوسرا بھی کٹھرے میں کھڑا ہے تو آپ کو عام انسان کی طرح مجھے پکارنا چاہئے تھا تعظیم و تکریم کے لقب سے مجھے نہیں پکارنا چاہئے

تھا اسلئے میں حضور کے اس انداز سے ناراض ہوں۔

اس لیے کہ جب اسلام کو نافذ کرنا ہے تو علی مکمل طور پر قانون اسلام پر عمل پیرا ہو جائے گا یہاں کسی کے احترام کی چنداں حاجت نہیں یہاں جب کوئی بحیثیت ملزم و مجرم آئے تو ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ایک مجرم کیساتھ کیا جاتا ہے، مجرم کیساتھ مجرمانہ انداز سے سوال کیجئے اور جب عدالت کے اندر میری بھی پیشی تھی اور میں حاضر ہوا تو مجھے بھی آپ نام سے پکار لیتے۔

میں مجرم تو نہیں تھا لیکن آج عدالت میں تو تھا اس لیے مجھے بھی نام سے پکار لیتے جس طرح اسے نام سے پکارا تھا۔

دیکھا آپ نے یہ ہے تعلیم نبی، یہ ہے تعلیم اسلام۔ یہ ہے مذہب اسلام اور اس کی بالادستی، صحابہ کرام اسلام کے آگے، مذہب کے آگے ہمیشہ سر تسلیم کو بلا چون و چرا خم فرما دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہمیں صحابہ کرام کی تعلیم پر اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت عمر کا نظام عدل:

آیت: وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا۔

ترجمہ: اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو

بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے بیشک اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے۔
تفسیر: اس آیت مبارکہ میں اصحاب امانات اور حکام کو امانتیں
 دیانتداری کے ساتھ حق دار کو ادا کرنے اور فیصلوں میں انصاف کرنے کا حکم دیا۔
 بعض مفسرین کا قول ہے کہ فرائض بھی اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں ان
 کی ادا بھی اس حکم میں داخل ہے۔

فریقین میں سے اصلا کسی کی رعایت نہ ہو علماء نے فرمایا کہ حاکم کو
 چاہئے کہ پانچ باتوں میں فریقین کے ساتھ برابر سلوک کرے (۱) اپنے
 پاس آنے میں جیسے ایک کو موقع دے دوسرے کو بھی دے۔

(۲) نشست دونوں کو ایک سی دے (۳) دونوں کی طرف برابر
 متوجہ رہے (۴) کلام سننے میں ہر ایک کے ساتھ ایک ہی طریقہ رکھے (۵)
 فیصلہ دینے میں حق کی رعایت کرے جس کا دوسرے پر حق ہو پورا پورا دلالتے۔

حدیث شریف میں ہے انصاف کرنے والوں کو قرب الہی میں
 نوری منبر عطا ہونگے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں کا سالانہ
 وظیفہ چار قسطوں میں چار ہزار درہم مقرر فرمایا اور خود میرا وظیفہ ساڑھے تین
 ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا تھا۔ لوگوں نے جب ان سے یہ کہا کہ عبداللہ بن
 عمر بھی تو اول مہاجرین میں سے ہیں پھر ان کا وظیفہ چار ہزار درہم سالانہ
 سے کیوں گھٹا دیا گیا؟ حضرت عمر نے فرمایا عبداللہ نے اپنے والدین کے

ساتھ ہجرت کی تھی اس لیے یہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتا ہے جنہوں نے
 تنہا ہجرت کی تھی۔

اب آپ فاضل بریلوی کا شعر پڑھیے ایمان تازہ ہو جائے گا:

ترجمان نبی ہمزبان نبی ☆ جان شان عدالت پہ لاکھوں سلام

وہ عمر جس کے اعدا پشیدہ استر ☆ اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

فاروق حق و باطل امام الہدی ☆ تیغ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام

امام حسین پیکر عفو و درگزر:

اب آپ سیدنا امام حسین کا انداز کریمانہ ملاحظہ فرمائیں تاجدار کربلا
 راکب دوش سید الانبیاء کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا اور امام
 ہمام کے گھر کی دیوار سے اس یہودی کے گھر کی دیوار باہم ملی ہوئی تھی اور
 دیوار میں تھوڑی دراڑ تھی۔ وہ یہودی امام عالی مقام کے گھر میں اس دراڑ میں
 سے روزانہ جتنا کوڑا کرکٹ پھینک سکتا تھا پھینکتا تھا۔ پیکر صبر و رضا امام حسین
 اسے برداشت کر لیتے اور یہودی کی دی ہوئی تکلیف پر صبر کر لیتے۔

اسی طرح کچھ روز گزر گئے کہ ایک دن اس یہودی کی بیوی نے
 اسے عار دلانی اور اس کی غیرت کو لالکار کر اس کے مردہ ضمیر جھنجھوڑ کر کہا اے
 میرے شوہر تو بڑا ہی ظالم ہے نبی کے نواسے حسین جو نہ کسی کو اذیت
 پہنچاتے ہیں اور نہ ہی کسی کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور تم ہو کہ روزانہ ان کے
 گھر میں کوڑا کرکٹ پھینکتے ہو جب بھی امام حسین تمہیں کچھ نہیں کہتے جاؤ جا کر

شہزادہ حسین سے معافی مانگو۔

وہ یہودی امام حسین کے دروازے پر پہنچا اور دستک دی تاجدار
کر بلانے دروازہ کھولا اور یہودی کو دیکھ کر چونک پڑے امام حسین نے پوچھا
کہو کیسے آنا ہوا اس نے کہا اے حسین میں روزانہ آپ کے گھر میں کوڑا
کرکٹ پھینکتا ہوں آج میری بیوی نے مجھے عار دلائی کہ تم کیسے ظالم انسان
ہو کہ یہ نبی کے نواسے امام حسین کچھ بھی نہیں بولتے اور تم ان کے گھر میں بلا
وجہ کوڑا کرکٹ پھینکتے ہو جاؤ معافی مانگ کر آؤ اسلئے میں معافی مانگنے کے لیے
حاضر ہوا ہوں تو اب کریم ابن کریم کا انداز کریمانہ دیکھو فرماتے ہیں:

جاؤ میں نے معاف کیا اور میرا خدا بھی تجھے معاف کرے گا یہ سن
کر وہ یہودی حیرت میں پڑ گیا اور پلٹ کر امام حسین سے پوچھا۔ اے حسین
یہ تو بتاؤ مدینے میں تم تنہا نہیں ہو تمہارے چاہنے والوں کی تعداد کم نہیں تم
ایک آواز بلند کرو تو نوجوانوں کا جم غفیر لگ جائے لیکن اے حسین آپ نے
میرے خلاف نہ نوجوانوں کو جمع کیا نہ میرے خلاف کسی کو بدلہ لینے پر آمادہ
کیا نہ ہی میرے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی آپ نے کوشش کی۔

اے حسین آپ یہ تو بتائیے کہ طاقت و قوت رکھنے کے باوجود آپ
نے میری غلطی کا بدلہ مجھ سے کیوں نہیں لیا۔

اب دیکھو اسلام کی نشر و اشاعت کیسے ہوئی اب امام حسین نے جواباً
ارشاد فرمایا اے یہودی سن! چونکہ تو میرا پڑوسی ہے اور میرے جد کریم تاجدار

مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پڑوسی کی مصیبت پر صبر کرے
اس کا بدلہ جنت ہے اسی لیے میں تیری دی ہوئی مصیبت پر صبر کرتا رہا تا کہ
مولیٰ عزوجل مجھے جنت عطا فرمائے میں نے اپنے نبی کی تعلیم پر عمل کیا۔

یہودی نے جب یہ سنا تو محل گیا اور اس نے دامن امام حسین پکڑ لیا
اور کہا اے حسین جس نبی کی تعلیم اتنی اچھی ہو بلاشبہ اس کا دین بھی بہت اچھا
ہے اور یقیناً وہ نبی بھی بہت اچھے ہیں اے حسین جلدی سے کلمہ پڑھاؤ اور
اپنے نبی کے غلاموں میں شامل کر لو! اس طریقے سے اسلام پھیلا ہے اس
طرح سے اسلام کی محبت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہوئی۔

عدل فاروقی کی ایک جھلک:

حضرت سیدنا عمرو ابن عاص ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور وہ مصر
کے حاکم مقرر کئے گئے تھے۔ تاکہ اہالیان مصر کے داخلی اور خارجی اور سیاسی
مسائل پر غور و فکر سے کام لیں اور ان میں باہم عدل و انصاف قائم کریں تا
کہ امن و سکون برقرار رہے اور کسی پر کوئی ظلم نہ کرے اور لوگوں پر قانون
اسلام کو نافذ کریں ان کے ایک بیٹے تھے جن کا نام محمد ابن عمرو تھا اور وہ گھوڑ
سواری میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔

ایک دفعہ اس نے مصر کے وسیع و عریض میدان میں گھوڑ سواری کا
مسابقہ و مقابلہ کی تاریخ متعین کیا اور پورے شہر میں اعلان کروادیا۔ تاریخ
متعینہ پر لوگ میدان میں جمع ہو گئے مگر محمد ابن عمرو سے مقابلے کے لیے کسی

کی ہمت و جرات نہیں ہو رہی تھی اور محمد ابن عمرو بار بار لوگوں سے مخاطب ہو کر اپنے حریف اور مد مقابل کو لکار رہا تھا کہ ہے کوئی جو مجھ سے مقابلہ کر سکے ہے کسی میں ہمت جرات جو مجھے شکست دے سکے ایک نحیف و ناتواں ایک لاغر و کمزور دبلا پتلا نو جوان نے ہمت کر کے کہا میں مقابلہ کے لئے تیار ہوں امید کرتا ہوں کہ آپ کو شکست سے بھی دو چار ہونا پڑے گا یہ سنکر پورا مجمع ہنسی اور قہقہہ کی آواز سے گونج اٹھا اور لوگ کہنے لگے کہ محمد ابن عمرو سے مقابلہ میں آج تک کوئی جیت ہی نہیں سکا یہ نحیف و ناتواں نو جوان اسے کیا شکست دیگا لوگ اس کی مذاق اڑانے لگے وہ نو جوان سنجیدگی سے سب کی باتیں سنتا رہا محمد ابن عمرو نے کہا کوئی ان کی ہنسی نہ اڑائے کوئی زبان طعن دراز نہ کرے ہمیں اس بات سے خوشی ہے کہ اس پورے مجمع میں کوئی تو ہے جو مجھ سے مقابلہ کر سکے کوئی تو ہے جو مرد میدان بنکر آیا ہے اس کے بعد اعلیٰ نسل کے دو گھوڑے منگوائے گئے اور محمد ابن عمرو نے کہا جو گھوڑا تمہیں پسند ہے اسے اپنے لئے منتخب کر لو۔

ایک گھوڑے کی پشت پر والئی مصر کا شہزادہ اور دوسرے گھوڑے کی پشت پر مصر کا وہ اجنبی نو جوان! مقابلہ شروع ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں حقائق پر سے پردے اٹھنے لگے کہ کون مرد میدان ہے کس کو گھوڑ سواری میں مہارت تامہ حاصل ہے کس کے سر پر جیت کا سہرا باندھا جائے گا اب وہی لوگ داد و تحسین سے نوازا رہے ہیں جو پہلے مذاق اڑا رہے تھے پورے مجمع سے یہی

آواز بلند ہو رہی تھی کہ جسے ہم نحیف و لاغر کمزور اور ناتواں سمجھتے تھے وہ معمولی نو جوان نہیں ہے وہ کوئی میدان مقابلہ کے بیچ و خم سے نابلد یا نا آشنا نہیں بلکہ وہی اصلی مرد میدان معلوم ہوتا ہے اور میدان گھوڑ سواری کا شہسوار معلوم ہوتا ہے دونوں ہی بڑی لگن کے ساتھ گھوڑا دوڑا رہے ہیں۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ اجنبی نو جوان تمام لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن گیا تمام لوگوں کی نگاہ اس اجنبی نو جوان کی نقل و حرکت پر مرکوز تھی پورا مجمع اس حیرت انگیز منظر کا نظارہ کر رہا تھا۔

اچانک پورا مجمع پکاراٹھا کہ اس اجنبی نحیف و ناتواں نو جوان نے محمد ابن عمرو کو شکست فاش دے دی اور جیت کا سہرا اپنے نام کر لیا۔ اہالیان مصر نے اس اجنبی نو جوان کو خوب داد و تحسین سے نوازا اور اس کی خوب پذیرائی ہونے لگی اور پورے مجمع سے مرحبا صد مرحبا کی صدائیں بلند ہونے لگیں لوگ اس نو جوان کی تعریف کرتے نہیں تھکتے تھے۔ یہ بات محمد ابن عمرو کو ناگوار گزری اور اس نو جوان کی تعریف و توصیف اس سے برداشت نہیں ہو سکی کیونکہ اس سے قبل تمام اہالیان مصر محمد ابن عمرو کی تعریفیں کیا کرتے تھے محمد ابن عمرو کے نام کی طوطی بولتی تھی لیکن آج محمد ابن عمرو کی کوئی خیریت بھی نہیں پوچھتا گویا وہ یہ سمجھنے لگے کہ میری ذلت کا سبب یہی اجنبی نو جوان ہے۔ محمد ابن عمرو اپنی ذلت برداشت نہ کر سکا اور غضب کے مارے اپنے ہاتھ میں کوڑا لیا اور اجنبی نو جوان کو بے تحاشہ مارنے لگا۔

اور کہنے لگا تم مجھے شکست دو گے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں کون ہوں میں والی مصر کا شہزادہ ہوں، میں مصر کے گورنر کا لاڈلا ہوں، میں عربی شہزادہ ہوں گویا اس طرح کے فخریہ جملے کہہ کہہ کر مارتا رہا اور یہ بے چارہ اجنبی نوجوان محمد ابن عمرو کے ظلم و بربریت کا نشانہ بنا رہا ظلم و تشدد کا پہاڑ اس پر ٹوٹا رہا مگر اہالیان مصر میں سے کسی میں یہ ہمت جرات نہیں ہوئی کہ محمد ابن عمرو کے ہاتھ سے کوڑا چھین لے اور اس اجنبی نوجوان پر ہوتے ہوئے ظلم و ستم کو روک لے کسی میں یہ جرات نہیں ہوئی کہ یہ کہے کہ اس نے تو صرف تمہیں شکست ہی دیا ہے تمہاری شان میں کسی قسم کے کوئی نازیبا الفاظ تو نہیں کہے۔ تو پھر اتنا کیوں مارے ہو سبھی لوگ بت کی طرح تماشائی بنے اس اجنبی پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھتے رہے پھر اپنے گھروں کو واپس لوٹ گئے۔

وہ بیچارہ نوجوان وہیں درد سے کراہتا رہا سسکیاں لے لیکر روتا رہا اس لقمہ و دق میدان میں تنہا اپنی بے بسی پر آنکھوں سے آنسو بہاتا رہا اچانک اسی میدان میں سے ایک ضعیف العمر آدمی نمودار ہوا اور اس نوجوان کے پاس آکر کہا اے نوجوان تو کیوں رو رہا ہے جواباً نوجوان نے کہا کہ میں نہ رڈوں تو کون روئے گا کہا تھا انعام و اکرام سے نوازا جاؤ گا مگر مجھ پر تو جبر و استبداد کا پہاڑ توڑا گیا۔

اے آنے والے شخص آپ کی خبر گیری کا بہت بہت شکریہ اب مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دیجئے اس لیے کہ غریب و مظلوم کا سوائے اللہ و رسول کے

کوئی نہیں ہوتا کیونکہ میں نے دیکھ لیا کہ مصر کے تمام لوگ میری بے بسی کا تماشہ دیکھتے رہے مگر مجھ غریب و مظلوم کی کسی نے خیریت تک معلوم کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

حیرت بالائے حیرت اس بات پر ہے کہ چند لمحہ قبل یہی لوگ مجھے داد و تحسین سے نواز رہے تھے میری حوصلہ افزائی کر رہے تھے مگر اب کوئی پرسان حال نہیں ہے اس ضعیف العمر شخص نے کہا اے نوجوان تم غلط فہمی کا شکار ہو۔

اس لئے کہ آج بھی عدل و انصاف زندہ ہے مسند عدالت پر آج بھی رسول اللہ کا نائب موجود ہے اس پیکر عدل و انصاف کو لوگ امام العادلین غیظ المنافقین عمر بن خطاب کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں جا مدینہ چلا جا اور مدینہ جا کر رسول اللہ کے نائب اور خلیفہ عمر ابن خطاب کو اپنی سرگزشت سنا دینا۔

اور اپنے اوپر ہوئے ظلم و ستم کی آپ بیتی بیان کر دینا اگر غیظ المنافقین والجا برین عمر ابن خطاب کو معلوم ہو گیا کہ والئی مصر کے بیٹے نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو اس کی گورنری چلی جائے گی عمر و ابن عاص کی حکومت و سلطنت چھن جائیگی ان کے جاہ جلال پر پانی پھر جائیگا اور ان کے بیٹے کا غرور بھی خاک میں مل جائیگا۔

جب اس نوجوان نے یہ سنا تو اسے امید کی کرن نظر آنے لگی کہ اب

مجھے انصاف ملیگا اور ضرور ملیگا؟

وہ نو جوان اسی وقت اپنا رخت سفر باندھا اور مدینہ کے لیے روانہ ہو گیا اور پھر مدینہ پہونچ کر ہر خرد و کلاں سے پوچھ رہا ہے کہ آقا عمر کہاں ہیں مولیٰ عمر کہاں ہیں رسول اللہ کے نائب عمر کدھر ہیں گویا وہ نو جوان مدینے کی ہر گلی کوچے میں مولیٰ عمر کی تلاش میں سرگرداں ہے کوئی کہہ رہا ہے اپنے رعایا کی خبر گیری کے لئے باہر تشریف لے گئے ہیں کوئی کہہ رہا ہے مولیٰ عمر حکومت کے کام میں مصروف ہیں غرض کہ ہر کوئی اپنے اپنے حساب سے فاروق اعظم کی خبر دے رہے ہیں کوئی فاروق اعظم کا حلیہ مبارک بیان کر رہا ہے جو پھٹے پرانے کپڑے میں ملبوس ہو وہی عمر ہیں جن کے کپڑوں میں پیوند لگے ہوں وہی عمر ہیں جن کے نعلین ٹوٹے ہوئے ہوں وہی عمر ہیں۔

بالاخر وہ نو جوان سیدنا عمر فاروق اعظم کو تلاش کرتے کرتے کھجور کے باغ میں پہونچا دیکھتا کیا ہے کہ مولیٰ عمر ایک درخت کے سائے میں اینٹ کا تکیہ لگا کر آرام فرما رہے ہیں۔

وہ نو جوان دست بستہ باادب کھڑا رہا جب فاروق اعظم کی آنکھ کھلی تو نو جوان نے سلام عرض کیا فاروق اعظم نے سلام کا جواب دیا اور ازراہ محبت فرمایا کہو کیسے آنا ہوا اس سے قبل شاید میں نے کبھی تمہیں دیکھا نہیں کہو خیریت تو ہے؟ نو جوان نے کہا حضور آپ نے بجا فرمایا میں مصر سے آیا ہوں اور پہلی بار آیا ہوں! پیکر عدل و انصاف فاروق اعظم نے فرمایا یہاں آنے کی

کوئی خاص وجہ! کیا کسی نے تمہیں ستایا ہے کسی نے تم پر ظلم کیا ہے۔ کیا کسی نے بلا وجہ تمہیں مارا ہے وہ نو جوان سسکیاں لیکر رونے لگا سید عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مضطرب ہو گئے اور حالت اضطراب میں فرمانے لگے کہ عمر کے دور خلافت میں ایک رات اگر کوئی بھوکا سو جائے تو عمر ڈرتا ہے کہ اپنے رب کو کیا منہ دکھائے گا اور کیسے حساب دیگا۔

کہو تم پر کس نے ظلم کیا ہے اور یہاں آنے کی کیا ضرورت پیش آئی وہاں مصر میں میرا نائب اور قائم مقام عمرو ابن العاص موجود تھا۔

نو جوان عرض کرنے لگا حضور کسی اور گھر کی بات ہوتی تو وہیں مقدمہ پیش کرتا یہاں آنے کی کبھی جسارت نہیں کرتا بلکہ اسی گھر سے ستایا گیا ہوں اسی گھر کی فریاد لیکر آیا ہوں سیدنا عمر نے فرمایا پوری بات بتاؤ کیا ہوا اور یہ سانحہ کیسے پیش آیا غرض کہ اس نو جوان نے اول تا آخر پوری سرگزشت سیدنا عمر کو سنایا پورا واقعہ سننے کے بعد سیدنا عمر کو جلال آ گیا اور آپ کا تیور بدل گیا اور عدل و انصاف میں ڈوبی ہوئی آواز فاروقی ابھری اور رحماء بینہم کا سراپا مصداق بن گئے اور فرمانے لگے اے نو جوان اب تم آرام کرو عمر کی عدالت میں تمہیں انصاف ضرور ملیگا۔

اس کے بعد سیدنا عمر نے ایک رقعہ تحریر فرمایا اور اپنے قاصد کو بلا کر فرمایا فوراً مصر کے لیے روانہ ہو جاؤ وہاں پہونچ کر عمرو ابن عاص کو ان کے عہدے سے برخاست کر کے انہیں اور ان کے بیٹے کو گرفتار کر لاؤ۔

عدالت فاروقی میں باپ اور بیٹے کو حاضر کیا گیا اور کٹہرے میں دونوں کو کھڑا کیا گیا اور ادھر اس نوجوان کو بھی بلایا گیا اور سیدنا عمر نے اس نوجوان سے فرمایا دیکھو اور پیچھا نو یہی وہ لڑکا ہے جس نے تم پر ظلم کیا تھا۔

نوجوان عرض کرنے لگا حضور یہی وہ لڑکا ہے جس نے مجھے بے تحاشہ مارا تھا سیدنا عمر نے فرمایا اس نے تمہیں اپنے کوڑے سے مارا تھا تم اسے عمر کے کوڑے سے مارو نوجوان نے سیدنا عمر کا کوڑا ہاتھ میں لیا اور مارنا شروع کیا اور مارتا رہا یہ سب کچھ والئی مصر عمرو بن عاص کی نظروں کے سامنے ہو رہا ہے مگر جلال فاروقی کو دیکھ کر ہمت نہیں ہو رہی ہے کہ کچھ لب کشائی کریں جب نوجوان نے جی بھر کر مار لیا تب سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا اور مارو نوجوان نے عرض کیا حضور بس ہو گیا میں نے بدلہ وصول کر لیا اس کے بعد فرمایا اس کے باپ عمرو ابن عاص کو بھی مارو نوجوان سراپا ادب بن گیا اور دست بستہ عرض کرنے لگا حضور جس نے مجھ پر ظلم کیا تھا میں نے اس سے بدلہ لے لیا عمرو ابن عاص بے قصور ہیں۔

اب سیدنا عمر فاروق اعظم کا جملہ سنو اور ان کا تیور دیکھو قہر بھری نظر سے عمرو ابن عاص کو دیکھا اور جلال بھرے لہجے میں فرمایا اے عمرو ابن عاص جس کو اس کی ماؤں نے آزاد جنم دیا اور اسلام نے آزادی کا مژدہ جانفزا سنایا پھر تم نے اسے کب سے اپنا غلام بنانا شروع کر دیا ارے اسلام غلامی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ حریت کی تعلیم دیتا ہے اسلام آزادی کی تعلیم دیتا ہے۔

حضرات یہ ہے اسلام کا عدل و انصاف یہ ہے اسلام کی تعلیم یہ ہے اسلام کا قانون اگر آج بھی قانون اسلام پر عمل کیا جائے اگر آج بھی مصطفیٰ کے فرمان پر عمل کیا جائے اگر آج بھی صحابہ کے نشان قدم پر چلا جائے اگر آج بھی اسلاف و اکابرین کے طرز زندگی کے مطابق اپنی زندگی بسر کی جائے تو یقیناً یہ زمین بجائے فتنہ و فساد کے عدل و انصاف و امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گی اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ہمیں اور آپ کو اسلام کے قوانین اور مصطفیٰ کے فرمان اور صحابہ کے نقش قدم پر اور اکابرین و بزرگان دین کے بتائے ہوئے راہ پر اور ان کے فرمان پر عمل کرنے کی توفیق بخشے امین بجاہ سیدنا المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ترجمان نبی ہمزبان نبی ﷺ جان شان عدالت پہ لاکھوں سلام

منقبت

احمد رضا کی ذات

قدرت کا وہ کمال ہے احمد رضا کی ذات

مشکل ہیں سب کی ڈھال ہے احمد رضا کی ذات

عشق رسول پاک ہے آنکھوں میں اس لئے

نزدیک ذوالجلال ہے احمد رضا کی ذات

جس زاویے سے دیکھئے آئینہ حیات

روشن ہے بے مثال ہے احمد رضا کی ذات

جس سے ملا ہے عشق پیمبر کا راستہ

وہ زینت خیال ہے احمد رضا کی ذات

علم و عمل میں آپ کا ثانی نہیں اگر

تقویٰ کی بھی مثال ہے احمد رضا کی ذات

نجدی کی سازشوں کو مٹانے کے واسطے

تلوار کی مثال ہے احمد رضا کی ذات

تو صیف تو بھی اپنے مقدر پہ ناز کر

ترے لئے بھی ڈھال ہے احمد رضا کی ذات

(از: تاج السنہ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحيم

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ صَدَقَ اللَّهُ

العظیم و صدق رسولہ النبی الامین الکریم

لائق صدر احترام علمائے کرام و معزز سامعین حضرات بے حد

مسرت و شادمانی ہو رہی ہے کہ آج کی اس دلفریب محفل نور میں ہمیں اور

آپ سب کو حاضری کا شرف و اعجاز حاصل ہوا ہے بارگاہ رب لم یزل میں

دعاء ہے کہ ہماری حاضری کو قبول فرمائے اور اس محفل کو ہمارے لئے ذریعہ

نجات بنا کر ہمارے گناہوں کی بخشش فرمائے۔

آج ہم جس برگزیدہ ہستی کا ذکر کرنے کے لیے یکجا ہوئے ہیں وہ

ایسی برگزیدہ ہستی ہے جن کے ذکر کی مقبولیت میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ کی

گنجائش نہیں ہے یقیناً ان کا ذکر ہمارے گناہوں کا کفارہ اور نجات آخرت کا

سبب ہے اور ان کی محبت ہمارے لئے سرمایہ حیات ہے۔

یہ کونسی ہستی ہے جن کے ذکر کے لئے ہم اور آپ یہاں پر جمع ہوئے

ہیں جنہیں دنیا اس نام سے جانتی ہے جن کا اسم گرامی امام اہل سنت قاطع

نجذیت ماحی کفر و ضلالت حامی اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائتہ حاضرہ موند ملت طاہرہ آیت من آیات اللہ معجزۃ من معجزات رسول اللہ مولانا الشاہ عبدالصطفیٰ محمد احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی کے محلہ جسولی میں ہوئی آپ کا تاریخی نام المختار ہے!

اعلیٰ حضرت نے خود اپنا سن ولادت مکتوبات شریف میں حسب ذیل آیت کریمہ سے استخراج فرمایا ہے!

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ أَوْ لَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ اور حسن اتفاق تو دیکھئے کہ اس وقت آفتاب منزل غفر میں تھا جو اہل نجوم کے نزدیک مبارک ساعت ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت خود ہی فرماتے ہیں:

دنیا مزار حشر جہاں ہیں غفور ہیں ☆ ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے

اعلیٰ حضرت خود ارشاد فرماتے ہیں بحمد اللہ میری ولادت کی تاریخ

اس آیت کریمہ میں ہے اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَاَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ

نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعے سے ان کی مدد فرمائی۔

اور اس آیت کا صدر ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ.

نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ و رسول اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کی اولاد یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ قبیلہ ہی کے کیوں نہ ہوں اسی کے متصل فرمایا أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے اور بفضلہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ اور فرماتے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ

اعلیٰ حضرت کے خاندانی حالات اور آپ کا سلسلہ نسب:
 اعلیٰ حضرت کا اسم مبارک عبدالمصطفیٰ محمد احمد رضا خان ابن رئیس
 المکملین والمحققین حضرت علامہ نقی علی خاں بن حضرت مولانا رضا علی خاں
 بن حضرت مولانا حافظ کاظم علی خاں بن حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خاں بن
 حضرت محمد سعادت یار خاں بن حضرت محمد سعید اللہ خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔
 اعلیٰ حضرت کے جد کریم کی قندھار سے ہندوستان آمد:
 حضور اعلیٰ حضرت کے آباء واجداد قندھار کے موقر قبیلہ بٹریچ کے
 پٹھان تھے شاہان مغلیہ کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر فائز
 ہوئے لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھا پھر وہاں سے دہلی تشریف لائے
 اور معزز عہدوں پر متمکن رہے خاندانی روایات کے مطابق سعید اللہ خاں
 صاحب شش ہزاری عہدہ پر فائز تھے اور شجاعت جنگ انہیں خطاب ہوا تھا۔
 ان کے صاحب زادے سعادت یار خاں صاحب من جانب
 سلطنت ایک مہم سر کرنے کے لئے بریلی روہیل کھنڈ بھیجے گئے فتح یابی پر ان کو
 بریلی کا صوبہ دار بنانے کے لئے فرمان شاہی آیا لیکن وہ ایسے وقت پر آیا کہ
 وہ بستر مرگ پر تھے جس گھر میں حضور اعلیٰ حضرت نے نشوونمائی وہ انتہائی
 دیندار گھرانہ تھا سب کے سب عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
 سرشار تھے ان کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ٹھاٹھیں
 مارتا ہوا دریا موجزن تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کے والد گرامی نے آپ کا ایک

نام محمد رکھنا ہی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک سے برکت حاصل
 کرنے کے لئے۔

اسم محمد کی فضیلت:

حدیث: ابن عساکر ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت اور
 میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس کا نام محمد رکھے وہ اور اس کا
 لڑکا دونوں بہشت میں جائیں گے۔

حدیث: حافظ ابو طاہر سلفی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں روز قیامت دو شخص رب
 العزت کے حضور کھڑے کئے جائیں گے حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ
 عرض کریں گے الہی ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو جنت کا
 کوئی کام کیا نہیں حق تعالیٰ فرمائے گا جنت میں جاؤ میں نے حلف کیا ہے کہ
 جس کا نام احمد یا محمد ہو دوزخ میں نہیں جائے گا۔

حدیث: ابو نعیم نے حلیہ میں غبط بن شریط رضی اللہ عنہما سے روایت
 کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے
 اپنی عزت وجلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے عذاب نہ دوں گا۔

حدیث: ابن سعد طبقات میں عثمان عمری سے مرسل راوی کہ رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس

کے گھر میں ایک محمد یاد و محمد یاتین محمد ہوں!

تعظیم اسم محمد کا ایمان افروز واقعہ!

حضرت اسمعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایاز کا لڑکا جس کا نام محمد تھا وہ سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں رہا کرتا تھا ایک دن سلطان محمود غزنوی نے حکم دیا کہ ایاز کے لڑکے سے کہو طہارت خانہ میں پانی رکھے۔ بادشاہ کے وضو کر لینے کے بعد ایاز نے عرض کیا غلام زادہ سے کیا غلطی ہو گئی کہ آج حضور نے اس کا نام نہیں لیا سلطان نے فرمایا اس سے کوئی غلطی نہیں ہوئی وجہ یہ ہے کہ میں با وضو نہیں تھا اور اس کا نام محمد ہے مجھے شرم آئی کہ بے وضو ہونے کی حالت میں اس کا نام میری زبان پر جاری ہو!

ہزار بابائشونیم دہن بمشک و گلاب ☆ ہنوز نام تو بردن ادب نمی دامن

اعلیٰ حضرت کی ذہانت و فطانت:

حضور اعلیٰ حضرت نے چار سال کی عمر شریف میں ناظرہ قرآن کریم مکمل پڑھ لیا۔ اور چھ سال کی عمر میں آپ نے بہت بڑے مجمع عام کے روبرو ہو کر بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اپنی زندگی کا پہلا خطاب میلاد مصطفیٰ کے موضوع پر فرمایا جو بہت ہی اہم موضوع ہے۔

یہیں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس گھرانے میں آپ کی تعلیم و تربیت ہو رہی تھی وہ بہت ہی بلند پایہ علمی گھرانہ تھا اور سارے کا سارا گھرانہ عشق رسالت کے بحرنا پیداکنار میں غوطہ زن تھا یہ اسی عشق رسالت ہی کا تو نتیجہ

ہے کہ آپ نے اس کم سنی میں میلاد مصطفیٰ کے اہم موضوع پر فصیح و بلیغ انداز میں خطاب فرمایا اور یقینی بات یہ ہے کہ چھ سال کے نو عمر بچہ میں بذات خود وہ علمی لیاقت قطعی طور پر نہیں ہو سکتی لیکن اتنی چھوٹی عمر میں داناؤں جیسا شعور و آگہی مل جائے تو رب ذوالجلال کے فضل و کرم سے بعید نہیں ہے۔

چھ سال کی عمر میں والد محترم اور دادا جان کی تعلیم و تربیت کا ثمرہ ہے کہ اتنے بڑے اجلاس عام میں دو گھنٹوں پر مشتمل تقریر کرنا وہ بھی میلاد مصطفیٰ کے عنوان پر یہ امام احمد رضا کا خاصہ ہے اور آٹھ سال کی عمر میں آپ نے ہدایت النخو ابتداً جو درسیات کے اندر علم نحو کے موضوع پر پڑھائی جاتی ہے اس کتاب کا آٹھ سال کی عمر میں آپ نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ عربی زبان میں حاشیہ لکھا جو لوگ ہدایت النخو پڑھتے یا پڑھاتے ہیں ان سے پوچھئے کہ کئی کئی مقامات اس میں ایسے بھی آتے ہیں کہ اساتذہ بھی سوچ و فکر کے اتاہ سمندر میں ڈبکیاں لگانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ امام احمد رضا کا خاصہ ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں اس پر حاشیہ رقم فرمایا اور تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی عمر میں آپ تمام مروجہ علوم درسیہ اسلامیہ نصابیہ سے مکمل طور پر فراغت حاصل کر لی تھی اور تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی عمر میں آپ کے سر مبارک پر دستار فضیلت کا تاج زرنگار رکھا گیا۔

آپ کی ذہانت کی گواہی آپ کے استاذ کی زبانی:

اعلیٰ حضرت خود فرماتے تھے کہ میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک دو مرتبہ دیکھ کر کتاب بند کر دیتا۔

جب سبق سنتے تو حرف بحرف لفظ بلفظ سنا دیتا روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے ایک دن مجھ سے فرمانے لگے احمد میاں یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن یا فرشتہ کہ مجھ کو پڑھانے میں دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرنے میں دیر نہیں لگتی۔

ہم عصر علما میں اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی نمایاں حیثیت:

مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عمر کا چودھواں سال تھا۔ افتاء کا کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا کہ ایک شخص رامپور سے حضرت اقدس امام محققین مولانا نقی علی خاں صاحب کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے اور مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی کا فتویٰ جس پر اکثر علما کی مواہیر و دستخط ثبت تھے پیش خدمت کیا حضرت نے فرمایا کمرے میں مولوی صاحب ہیں ان کو دے دیجئے جواب لکھ دیں گے وہ کمرے میں گئے اور آکر عرض کیا کہ کمرے میں مولوی صاحب نہیں ہیں فقط ایک نو عمر صاحبزادہ صاحب ہیں فرمایا انہیں کو دیجئے وہ لکھ دیں گے۔ انہوں نے کہا حضور میں تو جناب کی شہرت سن کر آیا تھا۔ حضرت نے فرمایا آج کل وہی فتویٰ لکھا کرتے ہیں۔ انہیں کو دے دیجئے۔

اعلیٰ حضرت نے جو اس فتویٰ کو دیکھا تو ٹھیک نہ تھا انہوں نے اس جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا اور اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش فرمایا، حضرت نے اس کی تصدیق و تصویب فرمائی۔

پھر وہ صاحب اس فتویٰ کو دوسرے علماء کے پاس لے گئے ان لوگوں نے حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب کی شہرت دیکھ کر انہیں کے فتویٰ کی تصدیق کی جب والی رامپور نواب کلب علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت میں وہ فتویٰ پہنچا آپ نے شروع سے آخر تک اس فتویٰ کو پڑھا اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔

دیکھا کہ سب علماء کی ایک ہی رائے ہے صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری کو یاد فرمایا حضرت تشریف لائے نواب صاحب نے فتویٰ ان کی خدمت میں پیش فرمایا حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب کی دیانت اور انصاف پسندی دیکھئے کہ صاف فرمایا فی الحقیقت وہی حکم صحیح ہے جو ان دو صاحبوں نے لکھا۔

نواب صاحب نے پوچھا پھر اتنے علماء نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا ان لوگوں نے مجھ پر اعتماد میری شہرت کی وجہ سے کیا اور میرے فتویٰ کی تصدیق کی ورنہ حق وہی ہے جو انہوں نے لکھا۔

یہ سن کر نواب صاحب کو اعلیٰ حضرت کی ملاقات کا شوق ہوا۔ جناب نواب کلب علی صاحب نے اعلیٰ حضرت کو یاد فرمایا جب دربار میں تشریف

لے گئے چاندی کی کرسی پیش ہوئی آپ نے فرمایا چاندی کا استعمال مردوں کے لئے درست نہیں اور لکڑی کی کرسی پر تشریف فرما ہوئے یہ ہے اعلیٰ حضرت کی شان تحدید کہ بڑے بڑے علمائے کرام نے آپ کو علم کا بحر ذخار اور تمام علوم و فنون میں اپنا امام و پیشوا تسلیم کر کے آپ کے دستر خواں علم سے خوشہ چینی کی ہے۔

اعلیٰ حضرت کا سلسلہ بیعت و خلافت:

۲۲ سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے والد گرامی کی معیت میں ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مطہرہ پہنچے اور دست حق پرست حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت سید الواصلین مسند الکاملین قطب اوانہ امام زمانہ حضور پر نور سیدنا و مرشدنا مولانا وانا ذخری لیومی وغدی حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی تاجدار مارہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عننا وافاض علینا من برکاتہ و نعمائہ پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔ اور ساتھ ہی حضور پر نور مرشد برحق نے مثال خلافت و اجازت جمیع سلاسل و مسند حدیث عطا فرمائی اس کے بعد فرمایا ہمارے پاس جو لوگ آتے ہم ان کو اولاً بیعت کے لئے بھی قبول نہیں کرتے ان کے دل کے آئینہ نظر ڈالتے ہیں کہ ان کا کیا حال ہے اور اس کو صاف و شفاف بنانے کے لئے پہلے دشوار گزار منازل سے گزارتے ہیں پھر اگر بیعت کے قابل سمجھتے ہیں تو بیعت کر لیتے ہیں پھر عرصہ دراز تک ان کو اور ادو وظائف کی مشکل گھاٹیوں سے گزار کر اور سلوک کی

کی منزلیں طے کر کر چلہ کشی کراتے ہیں پھر ان کے قلب پر نظر ڈالتے ہیں اگر اجازت و خلافت کے اہل سے ہیں تو شرف اجازت و خلافت سے نوازتے ہیں ورنہ پھر اس کو چلہ کشی میں لگا دیتے ہیں لیکن اے احمد رضا تم اپنا قلب مثل آئینہ کے صاف و شفاف لیکر آئے۔

میں نے اپنی نگاہ فراست سے دیکھ لیا اور بلا تامل اجازت و خلافت سے نوازا اور مذکورہ بالا منازل سے گزارنے کی چنداں حاجت نہیں سمجھیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مرشد کامل کی نظر میں:
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے ہی سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ انہوں نے پوری زندگی شریعت پر سختی سے عمل کیا ہر فرض و واجب کی محافظت اور اتباع سنت و شریعت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ ہونے دیا جس کے نتیجہ میں ان کا قلب مبارک ایسا پاکیزہ اور مزکی و مصفی ہو چکا تھا کہ نور معرفت کی تابندگی اوائل زندگی ہی میں نظر آنے لگی۔

امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲۹۴ھ میں جب محبت رسول مولانا عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے ایماء پر اپنے والد گرامی عمدة المحققین مولانا نقی علی خاں قدس سرہ کی معیت میں مارہرہ شریف سیدنا شاہ آل رسول مارہروی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بیعت سے شرفیاب ہوئے تو اسی وقت والد گرامی کے ساتھ اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کئے گئے۔ حضرت

مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ارباب سلوک اور اہل ایصال مرشدین کرام میں سے تھے جو اپنے مسترشدین و مریدین کو ریاضت و مجاہدہ کی سخت منزلوں سے گزارتے ان کے قلوب کا بھرپور تزکیہ و تصفیہ کرتے پھر جب انہیں سجادہ اور مسند ارشاد پر جلوہ آرائی کے قابل دیکھتے تو خلافت و اجازت سے سرفراز کرتے مگر امام احمد رضا قدس سرہ اور ان کے والد گرامی کو بلا ریاضت و مجاہدہ بیعت کے ساتھ ہی خلافت بھی دیدی گئی یہ اس بارگاہ کا عجیب و غریب واقعہ تھا۔ حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول کے ولی عہد، پوتے اور خلیفہ باکمال سیدنا ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ نے عرض کیا حضور آپ کے یہاں تو بڑی ریاضت و مجاہدہ کے بعد خلافت دی جاتی ہے ان کو ابھی کیسے دیدی گئی؟ فرمایا اور لوگ میلا کچیلانگ آلود دل لیکر آتے ہیں اس کے تزکیہ کے لیے ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے یہ مصفی و مزی قلب لے کر آئے انہیں ریاضت و مجاہدہ کی کیا ضرورت تھی؟ صرف اتصال نسبت کی حاجت تھی جو بیعت کے ساتھ ہی حاصل ہوگئی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تصوف کے متعلق جو وضاحتیں فرمائی ہیں آپ کی تصنیف مقال العرفاء کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

مرشد گرامی کے لئے سرمایہ آخرت:

اعلیٰ حضرت کے مرشد گرامی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اکثر

مجھے یہ فکر لاحق رہتی تھی کہ اگر بروز قیامت اللہ رب العزت نے مجھ سے یہ سوال کر لیا کہ آل رسول میرے لئے کیا لائے ہو یہ سوچ کر میں بہت پریشان رہتا تھا۔ لیکن جب سے مولانا احمد رضا کو میں نے داخل سلسلہ کیا ہے میری یہ فکر دور ہوگئی ہے اب اگر خدائے وحدہ لا شریک نے مجھ سے سوال کر لیا کہ آل رسول بتا میرے لئے کیا لایا ہے تو فخر سے بارگاہ صمدیت میں مولانا احمد رضا کو پیش کر کے عرض کروں گا الہی تیرے لئے یہ تحفہ لایا ہوں تو اسے اپنی جناب میں قبول فرما!

یہ اعلیٰ حضرت کی ذات بابرکت ہے جن پر خود مرشد برحق کونا ہے۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ شاگرد اپنے استاذ پر ناز کرتا ہے بیٹا اپنے باپ پر نازاں ہوتا ہے مرید اپنے پیر سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور اپنے پیر کی تعریف، توصیف، کمالات و خوبیاں بیان کرتے نہیں تھکتا! لیکن اعلیٰ حضرت کی شخصیت ایسی ہے کہ خود آپ کے مرشد گرامی آپ کے کمالات و خوبیوں کے معترف ہیں اور آپ کے کمالات کو بیان کرنا باعث فخر، سمجھتے اور آپ کی ذات بابرکات کو نجات آخرت کا سامان تسلیم کرتے ہیں۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے! جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

زیارت حرمین شریفین:

۲۶/شوال المکرم ۱۲۹۵ھ کو باجود شدت علالت وقوت وضعف خود

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلانے کے سبب کہ مَنْ رَأَى فِي السَّمَاءِ فَقَدْ رَأَى عِزْمَ زِيَارَتِ وَجْهِ مَصْخَرٍ فَمَا يَرَى مِنْ حُجَّابٍ فِي عِلَالَتِ كَيْ يَحَالَتْ هِيَ آئِنْدَه سَالٍ پَرِ مَلْتَوِي فَرَمَائِي ارشاد فرمایا مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم باہر رکھ لوں پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے۔ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام مشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ فرمائی بلکہ وہ مرض خود ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک آنخوہ میں دوا عطا فرمانے سے کہ مَنْ رَأَى فَقْدَ رَأَى الْحَقَّ (رواہ الامام احمد و الشیخان عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ) حد منع پر نہ رہا حضرت اجل العلماء اکمل الفضلاء حضرت سیدنا احمد زینی دحلان مکی شیخ الحرم وغیرہ علمائے مکہ معظمہ سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی:

علمائے حرمین شریفین سے ملاقاتیں!

۱۲۹۵ھ میں حضرت والد ماجد صاحب کے ساتھ پہلی بار زیارت حرمین طیبین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً سے شرف افتخار و امتیاز حاصل فرمایا اور اکابر علمائے دیار مثل حضرت سید احمد مفتی شافعیہ و حضرت عبدالرحمن مفتی حنفیہ سے سند حدیث و فقہ و اصول و تفسیر و دیگر علوم حاصل فرمائے۔

ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی کہ بعد نماز امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمل اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لیتے ہوئے دولت کدہ تشریف لے گئے۔

دیر تک آپ کی پیشانی کو پکڑ کر فرمایا اِنْسِي لَا جِدُّ نُورَ اللّٰهِ فِي هَذَا الْجَيْشِ بَيْشِكْ میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں اور صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے اس سند کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام بخاری تک گیارہ واسطے ہیں نیز حضور نے بایمائے حضرت شیخ جمل اللیل موصوف ان کی تصنیف لطیف جوہرہ ”مفید مناسک حج شافعیہ کا اردو ترجمہ کیا اور شرح دودن میں تحریر فرمائی جس کا نام النیرہ الوضیہ فی شرح الجواہرۃ المضمیہ رکھا۔ جس وقت اس ترجمہ اور شرح کو حضرت شیخ جمل اللیل کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت شیخ بہت خوش ہوئے اور بہت تعریف فرمائی اور مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادہ مولانا محمد بن محمد بن عرب نے اعلیٰ حضرت کی دعوت کی۔

پورے عرب میں آپ کی خوب پزیرائی ہوئی۔ ارشاد بانی ہے مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ اللّٰهُ تَعَالٰی جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔

دربار مصطفیٰ پر حاضری کی کیفیت:

مولوی سید شاہ جعفر میاں پھلواروی صاحب خطیب جامع مسجد کپورتھلہ نے اپنے والد کے عرس کے موقع پر اس واقعہ کو نہایت موثر انداز

میں بیان کیا تھا کہ جب سیدی اعلیٰ حضرت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان دوسری مرتبہ زیارت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔

شوق دیدار میں روضہ رسول کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے اور یقین کیا کہ ضرور سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزت افزائی فرمائیں گے اور بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو کچھ افسردہ خاطر ہو کر ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ☆ تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس غزل کے مقطع میں اسی طرف اشارہ کیا: فرماتے ہیں:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا ☆ تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں
یہ غزل مواجہہ میں عرض کر کے انتظار میں مودب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے بیداری میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ اور بے ساختہ پکار اٹھے:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ ☆ مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

اعلیٰ حضرت ایک منفرد شخصیت:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے تعلق سے بڑے بڑے دانشوروں نے لکھا ہے کہ ان کی تحقیق دیکھ کر بڑوں کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں اگر اس کو جس شعبے میں شرف حاصل ہے چاہے وہ جس شعبے کا آدمی ہو وہ اس شعبے

میں آکر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو پڑھتا ہے تو حیران و ششدر ہو جاتا ہے اور اگر محدث ہے تو آپ کا حدیث پر جو کام ہے میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں اور ثابت بھی کر سکتا ہوں یہ مبالغہ غیر حق نہیں میں کہتا ہوں دنیا نے حدیث اور ساتھ ہی جملہ ملاؤ کہ دنیا نے مصطلحات حدیث پر آج تک ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جو امام احمد رضا نے منیر العینین انگوٹھے چومنے کے مسئلے پر لکھی ہے ہم نے بڑی بڑی کتابیں دیکھی ہیں لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے انگوٹھا چومنے کے مسئلے پر حدیث اور مصطلحات حدیث پر جو بحث کی ہے میں کہتا ہوں اس کی تعریف ہوئی ہے عرب کے بڑے بڑے علماء حیران ہیں کہ اس مسئلے کو اس انداز میں بھی سمجھا جاتا ہے اور یہ جو مصطلحات ہیں اور یہ جوشقیں ہیں اس کا استعمال اس انداز میں کیا جاتا ہے میں صرف مختصر عرض کرنا چاہتا ہوں امام کے لئے تو پورا سال بھی کم ہے۔

میں یہاں پر عرض کرنا چاہتا ہوں جو جس فن کا بندہ ہو اس نے اس فن میں اعلیٰ حضرت کو پڑھا تو حیران رہ گیا۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے جب یہ منیر العینین لکھی ہے آپ کی عمر صرف ۲۹ سال تھی میں آپ کو کیا کہوں کہ وہ کتاب کیسی ہے بس میں یہ کہوں کہ کبھی اس کتاب کا درس دیا جائے تو آپ حیران ہونگے کہ جناب اس میں امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنی تفہیم بالحدیث کے فن سے اور حدیث کی دانائی اور اصطلاحات حدیث میں مہارت تامہ کے اعتبار سے علامہ ابن

حجر عسقلانی جیسے کو بہت پیچھے چھوڑ چکے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اس کتاب کو دیکھ لیتے تو چوم چوم کر اپنے سر پر رکھتے کیونکہ وہ خود ایک عاشق رسول شخصیت ہیں انہوں نے سرکار ابد قرار کے ابوین کریمین کے ایمان کو ثابت کرنے کے لئے ایک ایک حدیث سے جو استدالات پیش کئے ہیں میں کہتا ہوں اس سے منفرد استدلال اعلیٰ حضرت نے اس مسئلے پر کیا ہے۔

پڑھ لکھے طبقے کو میں دعوت فکر دیتا ہوں کہ اس کتاب کو پڑھیں یہ کتاب عام مارکیٹ میں دستیاب ہے اردو ترجمے کے ساتھ آپ اس کو لیکر ضرور مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو حدیث کی سمجھ کیا ہے دراصل وہ شناسائے مزاج مصطفیٰ ہیں وہ حضور کے مزاج کے جاننے والے ہیں اس لئے اصطلاحات حدیث آپ کے سامنے دست بستہ کھڑی رہتی ہے اور آپ اس سے جواب مرحمت فرماتے ہیں:

امام احمد رضا کا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے نعتیہ اشعار سے ظاہر و عیاں ہے ذیل میں چند اشعار نذر ناظرین ہے۔

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم ☆ خوب ہیں قید میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں فرماتے ہیں حضور سرور کو نین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کی قسم یہ یاد ہی تو عیش و آرام ہے اس یاد کو بھلا دینا گویا عیش و عشرت کو ہاتھوں سے گنوا

دینا ہے جو سراسر ظلم و ستم ہے لیکن ہمیں تو قید غم چاہئے اور وہ بظاہر ستم ہی سہی لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہی ہمارے لئے خوب سے خوب تر ہے اور ایسی قید سے ہم نجات و خلاصی چاہتے ہی نہیں جب ہم نجات چاہتے ہی نہیں تو پھر ہمیں کوئی چھڑائے تو چھڑائے کیوں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسا میٹھا رس ہے جسے نصیب ہوا وہ اس سے نجات پانے کو الٹا ہلاکت و تباہی سمجھتا ہے یہی وجہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو نبی عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے تو ان پر مصائب و مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کفار و مشرکین نے انہیں برگشتہ کرنے کے لئے ہزاروں حیلے بنائے کہ کسی طرح یہ لوگ اسلام کا دامن تو چھوڑ دیں مگر انہوں نے ان کو استقامت کا پہاڑ پایا معمولی طور پر بھی انہیں عشق کے راستے سے پیچھے نہ ہٹا سکے

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہودرد کا مزہ وہ ناز دوا اٹھائے کیوں

اس شعر میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے عشق مصطفیٰ کے ظاہری فوائد بتائے ہیں اشارہ فرمایا کہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جان ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ فرمائے کیونکہ ہر درد کی دوا ہے لیکن جسے اسکا ذوق نصیب ہے وہ علاج و معالجہ کا محتاج نہیں کیونکہ عشق کوئی معمولی شئی نہیں یہ اکسیر اعظم ہے لیکن اس میں زبانی جمع خرچ کام نہیں دیتی یقین محکم اور ایمان کی پختگی ضروری ہے یہی صحابہ کرام کا عقیدہ و طریقہ ذیقہ تھا۔

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریے

کہ ہے رب سلم صدائے محمد

اے رضا پل صراط سے اب کیفیت و حال کے ساتھ باطمینان گزرو

کیونکہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پل صراط پر کھڑے ہو کر رب سلم رب سلم کی صدائیں لگانا یقیناً سلامتی کے ساتھ گزر جانے کی مکمل ضمانت ہے۔

اس شعر میں اعلیٰ حضرت کے عقیدہ کی پختگی تو ملاحظہ فرمائیں!

فرماتے ہیں کہ جس مسلمان کا عقیدہ پختہ ہو کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کی ہر دعاء مستجاب ہے اس عقیدہ والے کو مبارک ہو کہ پل صراط سے گزرنا

اب نہ صرف آسان ہوگا بلکہ خوشی سے جھوم جھوم کر چلنا ہوگا اس لئے کہ اس

وقت یہی پیارے نبی پل صراط کے دروازہ پر رونق افروز ہونگے اور ہم جب

ظاہر ہونگے اور قدم رکھیں گے تو آپ اپنی مستجاب دعاء سے نوازیں گے اور

ظاہر ہے کہ آپ کی دعا مستجاب ہے اس لئے ہمیں پل صراط سے گزرنے کا

خطرہ نہ رہا۔

اعلیٰ قدس سرہ کے کمال عشق کی داد دینی پڑے گی کہ پر صراط کا نام

سن کر ہی دل کانپ جاتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ کانپنے کا کیا معنی جب محبوب

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سامنے ہونگے دیدار محبوب سے تو ہم وجد کریں

گے کانپے گا تو وہ جسے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نصیب نہ ہو ہم تو عشق

کے بندے ہیں ہم تو الحمد للہ پل صراط پر بھی نظارہ محبوب کر کے جھوم جھوم

کر پل صراط عبور کریں گے۔

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تڑپ میں پل صراط کا خوف

کہاں جب زنان مصر کو یوسف علیہ السلام کے نظارہ سے ہاتھ کٹنے کا درد

محسوس نہ ہوا تو عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کیا یہ نظارہ کافی

نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

الروح فداك فرد حرقا يك شعله دگر برزن عشقا

موراتن من دهن سب پھونك ديا يہ جان بھی پیارے جلا جانا

اس شعر میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں اے میرے آقا و مولیٰ میری

روح آپ پر نچھاور ہو جائے میری سوزش محبت اور تیز کر دیجئے اور اے عشق

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آتش عشق کی ایک مزید لپٹ پہنچادے میرے جسم و

طبیعت اور مال و متاع میں عشق رسول کی آگ بھڑک اٹھی ہے اے میرے

محبوب صرف میری یہ ایک ناقص جان رہ گئی ہے اسے بھی بھسم کر دینا تاکہ

زندگی جاوید نصیب ہو جائے۔

عربی کا مقولہ مشہور ہے العشق نار يحرق ماسوی الله لیکن اس

کی لذت وہ جانے جسے یہ دولت نصیب ہے حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ

علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

ہر کہ را جامہ ز عشقے چاک شد

اُو ز حرص و عیب کلی پاک شد

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طیب جملہ علتہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما

اے توافلاطون و جالینوس ما

ترجمہ: جس کا جامہ عشق سے چاک ہو اوہ حرص و عیب سے مکمل طور پاک ہو گیا۔

خوش باش اے عشق ہماری خوش سودا تو ہماری تمام بیماریوں کا طیب ہے تو ہماری نخوت و ناموس کا علاج ہے ہمارا افلاطون اور جالینوس تو ہی ہے۔

قاعدہ:

عاشق زار جب عشق کی درد بھری داستان اپنے محبوب کو سناتا ہے اور محبوب اسکی طرف التفات نہیں فرماتا تو پھر اس کے صبر کا جام لبریز ہو جاتا ہے پھر وہ وہی کہہ ڈالتا ہے جو امام احمد رضا خاں قدس سرہ نے فرمایا اے اللہ کے رسول میں ہی نہیں میرے والدین بھی آپ پر قربان ہوں میرے سوز و عشق کو اور زیادہ کر دیجئے۔

عشق کا چھوٹا سا تو کوچہ ہے اس سے گزرنا محال ہے آتش عشق کے شعلے برس رہے ہیں۔ عشق و مستی جذب و شوق کے شعلے برس رہے ہیں ایک شعلہ عشق و مستی جذب و شوق ادھر بھی گرا دیجئے۔

آپ کے عشق نے میرا بدن جلا دیا ہے۔ دل سوختہ ہو کر مانند کباب ہو گیا ہے دولت آپ کے عشق پر قربان کر دی ہے۔

یا رسول اللہ ایک جان ہی تو باقی ہے یہ بھی آپ ہی کی امانت ہے

نکتہ

دوسرے عشاق کی بہ نسبت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا طریقہ عشق نرالا ہے عشاق کے بے صبری کا ہوش قائم نہیں رہتا یا پھر موت کی آرزو کرتے ہیں لیکن امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یوں عرض کرتے ہیں کہ میں رہوں نہ رہوں تو رہے زندہ مدام:

یا قافلتی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک

مورا جیرا لر جے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

اے قافلے والو! جب تم مدینہ آگئے ہو تو یہاں کے قیام میں اضافہ کر دو اس لئے کہ روضہ اقدس کے دیدار کی پیاس ابھی ویسی ہی باقی ہے میرا جگر مسلسل کانپ رہا ہے لہذا بھی سفر کی خبر نہ سنانا:

زائرین مدینہ پاک کو معلوم ہے کہ یہاں کی حاضری کے بعد کہیں جانے کا جی نہیں چاہتا اور یہ مبالغہ نہیں حقیقت پر مبنی ہے ہاں منافق کا معاملہ

اس کے برعکس ہے پہلے تو وہ جاتا نہیں اگر کسی وجہ سے پہنچ بھی جائے تو اسے بے سکونی و بیقراری چھا جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ منافقین کے بارے میں فرمایا ہے لا یجاورونک فیہا الا قلیلا ملعونین۔ پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ ٹھہریں گے مگر تھوڑے دن پھٹکارے ہوئے۔ یہی کیفیت آج بھی بعض اسلام کے دعویداروں کی ہے کہ خود مدینہ پاک کے فیوض و برکات سے محروم ہیں الٹا دوسروں کو بھی محروم کرنے کے درپے رہتے ہیں۔

فائدہ:

اس شعر میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ قافلہ وہاں سے رخصت ہو چکا ہے ہم رہ گئے ہیں لیکن اب یہاں دل کی کیفیت عجیب ہے روضہ اقدس کی سرزمین سبز گنبد کا سہانا سماں وہ رات کی بھرن یاد آرہی ہے بلکہ ستارہ ہی ہے تو عرض کرتے ہیں ہائے افسوس! مدینہ شریف میں جو زمانہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گزرا بس وہ چند گھڑیاں ہی تو تھیں جو گزر گئیں۔ اب ہند میں آ پہنچے ہیں وہ نظارہ یاد آتا ہے وہ گزری ہوئی باتیں جو روضہ رسول میں تھیں اب تو قرطاس یعنی نامہ اعمال کی شکل میرے سامنے عیاں ہے آہ آہ! وہ مدینہ شریف کے لئے رخت سفر باندھنا وہ کیسا عجیب منظر تھا بارگاہ خداوندی میں اب یہی دعاء ہے:

یہی عرض ہے خالق ارض و سماء وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ تیرا

مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے غلد کو جسکی صفا کی قسم
روض الریاحین میں لکھا ہے کہ ایک زائر مدینہ ہر سال مدینہ منورہ کی حاضری دیتا ایک سال نہ جاسکا وہ بیقراری سے نڈھال ہو گیا ایک رات خواب میں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا تو آپ نے فرمایا اس سال نہیں آسکے کیوں؟

فائدہ! حقیقی بے قراری عاشق کو ستاتی ہے تو محبوب بھی اس سے خالی نہیں ہوتا اسی لئے عاشق زار کو نوید باد کہ وہ اپنے مشغلہ کو بڑھائے پھر دیکھے کہ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے الطاف کریمانہ سے نوازتے ہیں۔

واھا لسویعات ذہبت آن عہد حضور، بارگاہت

جب یاد آوت مو ہے کرنہ پرت درد اوہ مدینہ کا جانا
کیا خوب تھیں وہ چند گھڑیاں جو گزر گئیں جب کہ ہم حضور کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر تھے جب وہ وقت یاد آتا ہے تو میرے دل کو چین نہیں آتا۔ مدینہ کا جانا یاد آنا کتنا دردناک ہے یہ کیفیت بھی صرف عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نصیب ہے کہ پہلے تو مدینہ منورہ کی جدائی موت کے کڑوے گھونٹ سے کم نہیں ہوتی لیکن ناچارگی سے وطن پہنچنے کے بعد ادا اسی چھا جاتی ہے جی چاہتا ہے کہ پرل جائے تو آنکھ جھپکنے سے پہلے وارد مدینہ پاک ہو جائیں۔

شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم فرماتے ہی:

چہ نسبت خاک را با عالم پاکت کہ اے مولیٰ

گداے بے نوا ہم ہیں شہ عرش آستان تم ہو

میں پیکس ہوں میں بے بس ہوں مگر کس کا تمہارا ہوں

تہ دامن مجھے لے لو پناہ بے کساں تم ہو

حقیقت میں نہ پیکس ہوں نہ بے بس ہوں نہ ناطاقت

میں صدقے جاؤں مجھ کمزور کے تاب و تواں تم ہو

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک جھلک اور بھی نذر

ناظرین وقارئین ہے

کروں تیرے نام جان فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروں جہاں نہیں

اے حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے نام پر میری جان

قربان نہ صرف ایک جان بلکہ دونوں جہاں قربان لیکن سچ پوچھئے تو میرا دل

اس سے بھی سیر نہیں ہوا لیکن کیا کروں اور جہاں ہیں ہی نہیں ورنہ آپ پر ان

گنت جہاں قربان کئے جائیں تب بھی ہمارا دل چاہتا ہے نہ جہاں ختم

ہونے کو آئیں نہ ہم آپ کے نام پر جانوں کا نذرانہ بند کریں عاشق حبیب

ربانی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نشانی غزوہ تبوک میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نے جس جاں نثاری اور قربانی کا ثبوت پیش کیا ہے دنیا کی تاریخ میں اس کی

مثال نہیں ملتی آپ نے اپنے گھر کا رتی رتی ذرہ ذرہ راہ خدا میں قربان کر دیا

جب آپ سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ

صدیق کچھ گھر میں باقی بھی چھوڑا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے یہی جواب دیا

کہ خدا اور خدا کے رسول کے سوا اور کچھ باقی نہیں چھوڑا۔ گویا یوں فرما رہے تھے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

اعلیٰ حضرت ایک ہمہ گیر شخصیت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی بہ ہمہ پہلو

جامع شخصیت تھی صاحبزادہ سید وجاہت رسول لکھتے ہیں کہ سچ پوچھئے تو امام

احمد رضا، علوم ظاہری و باطنی کا ایک سنگم ہے جہاں پر تشنہ لب کو سیرابی و

آسودگی کی دولت ملتی ہے یہ ایک ایسا کیمیا گر ہے جس نے لاکھوں گم

گشتگان راہ کو جادہ حق سے ہمکنار کیا جس کے علم میں امام اعظم ابو حنیفہ کی

فکر امام رازی کی حکمت شیخ اکبر کی نگاہ حقیقت شناس، امام غزالی کا روشن

دماغ اور مولائے روم کا سوز و گداز پنہاں ہے جسکی نوک قلم نے عظمت الہی،

ناموس رسالت، طہارت اہل بیت اور عزت و عظمت صحابہ و اولیاء کی حفاظت

وصیانت کا فریضہ انجام دیا ہے جس نے اسلاف کرام کے دینی ورثہ اور ان

کے عقائد و تعلیمات کے تحفظ کے لئے اپنی بے نیام شمشیر قلم کو اپنے دور کے

رشدیوں اور مسیلمہ کذابوں کے نجس عزائم کا سر قلم کرنے کے لئے ہر وقت

تیار و سر بلند رکھا۔

اقصائے عالم میں علم و عرفان کی دنیا آباد کی اور مسلمانوں کے دلوں میں چراغ مصطفوی کی لوتیز تر کر کے شرارِ بولہبی کو رکھ کا ڈھیر بنا دیا۔

بقول ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کہ اس عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی وسعت اور ہمہ گیریت کا اعجاز یہ ہے کہ جب بھی ہم ایک طویل سفر طے کر کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی فکر و علم پر شروع کئے جانے والے تحقیقی اور تصنیفی کاموں کا جائزہ لیتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ان کے بحرِ محیط علم کے ساحل ہی پر کھڑے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اغیار کی نظر میں:

دیوبندی جماعت کے پیشوا مولانا کوثر نیازی کا حقیقت سے روبرو کرانے والا بیان نذر ناظرین وقارئین ہے۔

مولانا کوثر نیازی بیان کرتے ہیں کہ جب بٹوارے کے بعد ہندوستان سے پاکستان کا وجود آیا اور پاکستان میں امورِ مذہبیہ کا سب سے پہلے صدرِ مجھ کو بنایا گیا تو میں یہ سمجھتا تھا کہ اسلامیات و دینیات پر مجھ جیسا معلومات رکھنے والا کوئی نہیں ہے اور خود ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسلامیات پر اتنی کتابیں پڑھ لیا تھا کہ زندگی میں جتنے روٹی کے ٹکڑے توڑ کر نہیں کھائے تھے۔

لیکن جب میں نے اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خاں کی کتاب

فتاویٰ رضویہ کو پڑھنا شروع کیا تو مجھ کو ایسا لگا کہ میں علم کے سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر ابھی سپیاں چن رہا ہوں یہ وہ اعلیٰ حضرت کے فقہ کی کتاب فتاویٰ رضویہ ہے۔

یہی مولانا کوثر نیازی بیان کرتے ہیں کہ جب اردو زبان میں آنحضرت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے امام الانبیاء نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی سمجھی جاتی ہے اور اعلیٰ حضرت کا بولا جاتا ہے تو اس سے امام الانبیاء نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک عاشق امام احمد رضا کی ذاتِ قدسی صفات سمجھی جاتی ہے۔

یہی مولانا کوثر نیازی بیان کرتے ہیں کہ جب الزام لگایا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں نے بدعتوں کو فروغ دیا ہے تو بڑا تعجب ہوتا ہے حالانکہ ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں نے اپنے تمام ہم عصر علماء میں سب سے زیادہ بدعتوں کو ختم کیا ہے اور سب سے زیادہ بدعتوں کے خلاف لکھا ہے:

جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں سے سوال کیا گیا کہ قبروں پر چادریں ڈالنا کیسا ہے تو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ کے ولی کے مزار پر اظہارِ عظمت کے لئے ایک چادر ڈال دینا کافی ہے بقیہ بیٹھار چادریں ڈالنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اس کی قیمت غریبوں اور فقیروں میں تقسیم کر دی جائے۔

جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں سے سوال ہوتا ہے کہ مزارات

پر عورتوں کا جانا کیسا ہے تو اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ تم عورتوں کا مزارات پر جانا پوچھ رہے ہو۔ یہ نہیں پوچھتے ہو کہ کوئی عورت جب کسی مزار پر جانے کے لیے گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو اللہ اور اس کے فرشتوں کی اس پر لعنت ہوتی ہے اور جس قبر پر وہ جاتی ہے اس قبر والے کی روح اس پر لعنت بھیجتی ہے یہ اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے۔ جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں سے سوال کیا گیا کہ یہ بتائیے کہ قوالی کے تعلق سے آپ کا کیا خیال ہے تو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مزا میر کے ساتھ قوالی حرام ہے حرام ہے حرام ہے۔ جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں سے تعزیر داری کے تعلق سے سوال ہوا تو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مروجہ تعزیر داری حرام ہے حرام ہے حرام ہے۔ جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں سے مزارات پر چراغاں کرنے کے تعلق سے سوال ہوا تو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ کسی اللہ والے کے مزار پر اگر وہاں سے لوگ گزرتے یا وہاں پر جاتے ہیں یا راستہ ہے تو چراغ روشن کیا جاسکتا ہے ورنہ چراغ جلا کر مال ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے جب امام احمد رضا خاں سے قبر کے پاس اگر بتی سلگانے کے تعلق سے سوال ہوا تو آپ فرماتے ہیں کہ اگر وہاں فائدہ اٹھانے کے لئے لوگ موجود ہیں تو کسی بھی صاحب مزار کے مزار سے تین ہاتھ کے فاصلے پر خوشبو کی جائے ورنہ مال ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے:

جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں سے سوال ہوتا کہ محفل میلاد

شریف کا کرنا کیا ہے تو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح روایات کے ساتھ آقاء کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتوں کو بیان کرنا باعث برکت ہے:

جب امام احمد رضا خاں سے سوال کیا جاتا ہے تو آپ ان سارے سوالات کا جواب دیتے ہیں:

قارئین و ناظرین کرام میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے بدعتوں کو ختم کیا ہے یا عروج دیا ہے اعلیٰ حضرت تو اس دنیا میں آئے بھی نہیں تھے اس سے پہلے بزرگوں کے روضے پائے جا رہے ہیں اس سے پہلے عرس ہو رہے ہیں اس سے پہلے لوگ ان کی قبروں پر حاضری دے رہے ہیں الزام اعلیٰ حضرت پر لگایا جا رہا ہے:

اعلیٰ حضرت نے تمہارے کفر کو واضح کر دیا اور مسلمانوں کو متنبہ کر دیا کہ ایمان لوٹنے والی جماعت یہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تم اپنی محفلوں میں اعلیٰ حضرت کی شان میں مغالطات بکتے ہو۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں کے تعلق سے یہی مولانا کوثر نیازی بیان کرتے ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی بخشش کے لئے ان کے رب کی بارگاہ میں جو انہوں نے رب کے محبوب کے تعلق سے سلام کا ایک شعر کہا ہے وہی کافی ہے وہ سلام کا شعر یہ ہے۔

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور

بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

یہی مولانا کوثر نیازی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے استاذ مفتی شفیع دیوبندی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو مفتی شفیع دیوبندی نے بتایا وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مولانا اشرف علی تھانوی کے پاس تھے تو جب بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کا وصال ہوا اور مولانا اشرف علی تھانوی کو اطلاع ملی تو مولانا اشرف علی تھانوی اپنے دونوں ہاتھوں کو دعائے مغفرت کے لئے اٹھا دیتے ہیں اور دعاء مغفرت کرتے ہیں حالانکہ اس کے دعاء کی ضرورت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کو نہیں ہے واقعہ جو ہوا وہ میں عرض کر رہا ہوں۔

مولانا کوثر نیازی مفتی شفیع دیوبندی کی روایت کو بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں جنہوں نے زندگی بھر آپ کو کافر کہا ہے:

تو مولانا اشرف علی تھانوی نے کہا میاں یہی تو سمجھنے کی باتیں ہیں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں ہماری عبارتوں کا جو مطلب سمجھے تھے تو اگر وہ ہمیں کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے اور وہ ہمیں کافر کسی اور بنیاد پر نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ صرف عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنیاد پر کہہ رہے ہیں۔ یہ وہ اعلیٰ حضرت ہیں جن کی عظمتوں کا اقرار اغیار بھی کرتے ہیں اس طرح کے بیشمار واقعات تاریخ میں موجود ہے۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار

اعداء سے کہد و خیر منائیں نہ شر کریں

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا دار ہے یہ وار وار سے پار ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کا تقویٰ:

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک صاحب نے بدایونی پیڑوں کی ایک کوری ہانڈی پیش کی حضور اعلیٰ حضرت نے فرمایا! کیسے تکلیف فرمائی انہوں نے کہا کہ حضور کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں سرکار اعلیٰ حضرت جواب سلام فرما کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر دریافت فرمایا کوئی کام ہے؟ انہوں نے عرض کیا کچھ نہیں حضور محض مزاج پرسی کے لئے آیا تھا ارشاد فرمایا عنایت و نوازش اور قدرے سکوت کے بعد حضور نے پھر بایں الفاظ مخاطب فرمایا ”کچھ فرمائیے گا“ انہوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد حضور اعلیٰ حضرت نے وہ شرینی مکان میں بھیجوا دی۔

اب وہ صاحب تھوڑی دیر کے بعد ایک تعویذ کی درخواست کرتے ہیں سرکار اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو آپ سے تین بار دریافت کیا مگر آپ نے کچھ نہ بتایا۔ فرمایا اچھا تشریف رکھئے۔

اور بھانجے علی احمد خاں مرحوم کے پاس سے تعویذ منگا کر ان صاحب کو عطا فرمایا کیونکہ یہ کام آپ کے بھانجے علی احمد خاں مرحوم کے زیر

رمضان آیا

شور مہ نہ سن کر تجھ تک میں رواں آیا
 ساقی ہیں تیرے صدقے مے دے رمضان آیا
 اس عمل کے سوا ہر پھول باغوش گراں آیا
 دیکھے ہی گی اسے بلبل جب وقت فغاں آیا
 جب بام تجلی پردہ نیر جاں آیا
 سر تھا جو گرا جھک کر دل تھا جو تپاں آیا
 جنت کو حرم سمجھا آتے تو بہاں آیا
 اب تک کے ہر ایک کا منہ کہتا ہوں کہاں آیا
 طبیہ کے سوا سب باغ پامال فنا ہو گئے
 دیکھو گے چمن والو! جب عہد خزاں آیا
 سراور وہ سنگ در آنکھ اور وہ بزم نور
 ظالم کو وطن کا دھیان آیا تو کہاں آیا
 کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرا لا ہے
 سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا
 جلتی تھی زمیں کیسی تھی دھوپ کڑی کیسی
 لو وہ قد بے سایہ اب سایہ کناں آیا

ذمہ تھا اور ساتھ ہی حاجی کفایت اللہ صاحب نے سرکار اعلیٰ حضرت کا اشارہ
 پاتے ہی مکان سے وہ مٹھائی کی ہانڈی منگوا کر سامنے رکھ دی جسے حضور اعلیٰ
 حضرت نے بایں الفاظ واپس فرمایا اس ہانڈی کو ساتھ لیتے جاییے۔ میرے
 یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے انہوں نے بہت کچھ معذرت کی مگر قبول نہ فرمایا:
 بالآخر وہ بیچارے اپنی شرینی واپس لیتے گئے یہ ہے سرکار اعلیٰ
 حضرت کے تقویٰ و طہارت و پاکیزگی کی نایاب مثال جسے لوگ تا قیام
 قیامت یاد کریں گے۔
 اللہ تعالیٰ آپ کے صدقے ہماری مغفرت فرمائے آمین

فضائل ماہ رمضان المبارک

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده

وعلى اله وصحبه و ذریئہ و ملتہ اجمعین :

اما بعد! فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحيم

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

یہ ماہ رمضان المبارک بڑی عظمتوں والا مہینہ بڑی برکتوں والا مہینہ

ہے بڑی رحمتوں والا مہینہ بڑی نعمتوں والا مہینہ بڑا ہی مبارک مہینہ ہے اپنے ساتھ رحمتیں اور مغفرتیں لئے تشریف لاتا ہے اس تیس دن کے مہمان کی رضا ہی سے رضائے الہی نصیب ہوتی ہے۔

اپنے بندوں کو ہمہ وقت رزق دینے والا نعمتیں دینے والا خالق و مالک یہ امتحان لینا چاہتا ہے کہ سارا سال میرا رزق کھانے والے میری نعمتیں کھانے والے صرف تیس دن کے لئے ان کو میرے نام پر چھوڑ بھی سکتے ہیں یا نہیں۔۔

چونکہ روزے کا تعلق براہ راست اللہ تبارک و تعالیٰ کی مقدس ذات سے ہوتا ہے اس لئے امتحان دینے والا اور لینے والا بھی خوب جانتا ہے کہ امتحان دینے والا کامیاب ہوا یا نہیں اس لئے تو حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا گیا حدیث قدسی اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہو اور اس کے راوی

طیبہ سے ہم آتے ہیں کہتے تو جننا والو!

کیا دیکھ کے جیتا ہے جو وہاں سے یہاں آیا

لے طوق الم سے اب آزاد ہواے قمری

چٹھی لئے بخشش کی وہ سرور واں آیا

نامہ سے رضا کے اب مٹ جاؤ برے کامو!

دیکھو مرے پلہ پیر وہ اچھے میاں آیا

بدکار رضا خوش ہو بد کام بھلے ہونگے

وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا

(از: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

آقائے کائنات ہوں تو اس کو حدیثِ قدسی کہتے ہیں۔

الصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزَىٰ بِهِ - روزہ صرف میرے لئے ہے اور اسکی جزا میں خود ہی براہِ راست اپنے بندوں کو عطا کرتا ہوں قرآنِ کریم اعلان فرما رہا ہے کہ جو اچھے اعمال کرے گا اس کے لئے جنت ہے۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اس میں نہریں جاری ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے میں کہنا چاہتا ہوں اعمالِ صالحہ کے بدلے جنت حاصل ہوتی ہے۔ نماز، تو حید، حج، زکوٰۃ، غرباء، مساکین، یتیم، بیوہ بے سہارا لوگوں کی علماء اور طلباء کی خبر گیری اور تمام اعمالِ خیر سے جنت ملتی ہے۔ لیکن میں تو یہ کہتا ہوں خدا کی قسم روزہ وہ عبادت ہے جس سے جنت والا ملتا ہے جس سے جنت کا مالک ملتا ہے جس سے خود مالکِ حقیقی مل جاتا ہے۔

اسلام میں اکثر اعمال کسی نہ کسی واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لیے مقرر کئے گئے ہیں۔ جیسے صفا اور مروہ کے درمیان حاجیوں کا دوڑنا یہ حضرت ہاجرہ کے ان دو پہاڑوں کے درمیان دوڑنے کی یاد تازہ کرتا ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں ان دو پہاڑوں کے مابین دوڑتی تھیں کبھی صفا سے مروہ پر کبھی مروہ سے صفا پر اتنے میں حضرت اسماعیل نے زمین پر ٹھوکر ماری تو زمین سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا حضرت ہاجرہ نے دیکھا تو وہیں سے پکارا ٹھیں زم زم۔ تھم تھم تو جیہی سے اس کا نام زم زم پڑ گیا۔ وہی طریقہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے حاجیوں پر لازم

فرمادیا۔

اسی طرح ان دنوں میں آقائے کائنات مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ دن غارِ حراء میں گزارے تھے ان دنوں میں مصطفیٰ جانِ رحمت نے دن کو کھانے پینے سے پرہیز فرمایا اور رات کو عبادتِ الہی اور ذکرِ الہی میں مشغول رہتے تھے اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بہت پسند آئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دنوں کی یاد تازہ کرنے کے لئے روزے فرض فرمادیئے تاکہ اس کے محبوب کی سنت اور یادگار قائم رہے۔

روزے ہر دور میں فرض ہوئے حضرت آدم علیہ السلام ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کا روزہ رکھتے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا تو عالم یہ تھا کہ وہ ہمیشہ روزہ دار رہتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر ماہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ کا روزہ رکھا کرتے حضرت زکریا ہر ماہ کی ۱۴، ۱۵، ۱۶ کا روزہ رکھا کرتے حضرت داؤد علیہ السلام ہر ماہ کی طاق تاریخوں میں روزہ رکھا کرتے۔ ۱، ۳، ۵، ۷، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۵، ۱۷، ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ کا روزہ رکھا کرتے حضرت موسیٰ ہر ماہ کی ۹، ۱۰ کا روزہ رکھا کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہر ماہ کی ۱، ۴، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۶، ۱۹، ۲۲، ۲۵، ۲۸ کا روزہ رکھا کرتے روزہ ہر دور میں فرض ہوا مگر محمد رسول اللہ کی شریعت میں انداز بدل گیا ایک سال میں ایک ماہ کے روزے فرض کر دیئے گئے روزہ فرضِ الہی ہے یعنی خدا کا کیا ہوا فرض ہے ایک بات بتاؤ سحری خدا نے کھائی شام کو افطار خدا نے کیا میں یہی تو کہنا

چاہتا ہوں سحری تم کھا رہے ہو تو سنت میرے مصطفیٰ کی ادا ہو رہی دن بھر کچھ نہیں کھا رہے تو فرض خدا کا ادا ہو رہا ہے اور ادا میرے مصطفیٰ کی ادا ہو رہی ہے شام کو افطار کر رہے ہو تو فرض خدا کا ادا ہو رہا ہے اور ادا میرے مصطفیٰ کی ادا ہو رہی ہے تو جس انداز سے مصطفیٰ جانِ رحمت نے روزہ رکھا اسی انداز سے تم بھی رکھو اللہ نے فرض کر دیئے۔

اس ماہ مبارک میں ایک ایسی عظمت والی رات ہے جس کی تعریف و توصیف میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ایک پوری سورہ مبارکہ نازل فرمائی۔ اور اسی رات میں قرآن مقدس کو لوح محفوظ سے بیت المعمور پر اتارا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد صادق حق و صداقت کی بنیاد پر عالم میں گردش کر رہا ہے۔ انا انزلناه فی لیلة القدر وما ادراك ماليلة القدر لیلة القدر خیر من الف شهر تنزل الملائكة والروح فیہا باذن ربهم من کل امر سلام ہی حتی مطلع الفجر۔ بے شک ہم نے لیلة القدر میں اسے اتارا اور تم نے کیا جانا کیا ہے لیلة القدر۔ لیلة القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور جبرئیل اترتے ہیں۔

اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔ اللہ نے ارشاد فرمایا ہم نے قرآن مقدس کو ایک رات میں اتارا اور آگے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ ہم نے اسے رمضان کے مہینے میں اتارا ہے۔ کیا مطلب ہے مطلب یہ ہے

کہ لیلة القدر جو رمضان المبارک میں ہے پروردگارِ عالم نے قرآن مقدس کو لوح محفوظ سے بیت المعمور آسمان دنیا میں اتارا، اور پھر وہاں سے حضرت جبرئیل تیس سال تک ضرورت کے مطابق دھیرے دھیرے رسول اللہ کی بارگاہ میں لاتے رہے۔

اور یہ مقدس مہینہ جو شوال المکرم کا بابرکت مہینہ ہے یہ مہینہ تو رمضان شریف کے نتیجہ کی حیثیت رکھتا ہے اس مہینہ کے چاند کی خوشی سال کے تمام چاندوں سے زیادہ ہوتی ہے عید کا چاند اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا چاند جس کے بار بار دیکھنے کی خواہش ہو عیدِ عود سے بنا ہے عود کرنے والا دن بار بار آنے والا دن خوشی و مسرت و شادمانی کا دن۔

ہم خوش عقیدہ مسلمانوں کا طریقہ یہ ہے کہ غوث و خواجہ اور رضا کے آستانوں پر حاضری دینے والے خوش عقیدہ مسلمان ہر حال میں اپنے خدا اور رسول اور مقبولانِ بارگاہِ الہی کا ذکر کرتے ہیں۔ اگر کوئی غم کا دن ہے تو اس غم کی بنیاد پر خدا و رسول کو بھول نہیں جاتے ہیں اگر کسی کا انتقال ہو گیا اس غم میں بھی ہم ذکر خدا و رسول کرتے ہیں۔ تیجہ کی محفلِ غم ہو چھٹی دسواں بیسواں ہو۔

محفلِ غم بزمِ چہلم ہو تو ذکر خدا و رسول کرتے ہیں ششماہی برسی ہو تو ذکر خدا و رسول کرتے ہیں یہاں تک کہ خوشی کا دن ہو یا بچہ کی پیدائش کی خوشی کا دن ہو تو ذکر خدا و رسول کرتے ہیں شادی کا دن ہو تو اس خوشی کے

موقع پر خدا و رسول کو فراموش نہیں کرتے ہیں چاہے عید کی خوشی کا دن ہو تو اس خوشی کے موقع پر بھی ہم خدا و رسول کا ذکر کرتے ہیں، دو گانہ نماز ادا کر کے ذکر خدا و رسول کرتے ہیں وہ جس حال میں بھی رکھے اسی میں بندہ راضی رہے غم اور خوشی دونوں اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے ہیں۔

مسلل ایک ماہ امتحان میں بیٹھنے کے بعد جب نتیجہ کا میابی کی صورت میں نکلتا ہے تو وہ دن فطرتا خوشی و مسرت و شادمانی کا دن ہوتا ہے اور یہ امتحان ایسا ہوتا ہے کہ اس میں ہر بیٹھنے والا کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى۔ جس نے بھی تزکیہ کی کوشش کی وہ کامیاب ہوا۔ اور وہ کامیابی جو اللہ رب العزت کی طرف سے ہو اس کو کبھی زوال نہیں۔ اب میں کہنا چاہتا ہوں یہ عید کیا ہے یہ بھی میرے مصطفیٰ کا دیا ہوا خوشی کا دن ہے۔ ہر قوم کا ایک نہ ایک دن خوشی کا ہوتا ہے اس دن میں قومیں اپنی مذہبی اور اخلاقی ذمہ داریوں سے آزاد ہو جاتی ہیں ان کے نزدیک خوشی و جشن پابندیوں سے آزادی کا نام ہے مگر اسلام کا نظریہ اس کے برخلاف ہے ہم خوش عقیدہ مسلمانوں کے لئے جب کوئی خوشی کا دن آتا ہے تو ان میں اخلاقی ذمہ داریاں اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لائے تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مدینہ کے لوگوں نے سال میں دو

دن ایسے مقرر کر رکھے ہیں جن کو وہ کھیل کود لہو و لعب اور مذہبی پابندیوں سے آزاد ہو کر گزارتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام بے راہ روی اور لہو و لعب اور مذہبی اصولوں سے روگردانی کی اجازت نہیں دیتا اسلام قلب میں روحانیت اور طبیعت میں شرافت و نیکی پیدا کرنا چاہتا ہے تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان ایام جاہلیت کے تہواروں کے بدلے اپنی قوم کے لئے دو دن خوشی کے مقرر فرمائے ایک عید الفطر کا دن اور دوسرا عید قربانی کا دن خوش عقیدہ مسلمانوں پر ان دنوں میں لازم ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی حمد و ثنا زیادہ سے زیادہ بیان کریں اور بلند آواز سے پڑھیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد۔ یہ عیدیں تو خوشی کا دن ہیں ہی مگر یہ خوشیاں دی کس نے ہیں یہ عیدیں دی کس نے ہیں تمام عیدوں کی عید یوم ولادت سعید ہے۔ بارہ ربیع الاول کی عید تمام عیدوں کی عید ہے جو یوم ولادت سعید ہے۔ جو عیدوں کی عید ہے:

اعلیٰ حضرت کے بھائی استاذ زمن مولانا حسن فرماتے ہیں:

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں
اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ:

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسر و اعش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے تمام عیدوں کی عید تمام خوشیوں کی خوشی مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی محبت تو مسلمانوں کے دلوں میں موجزن فرمادیا۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سائیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

لفظ رمضان کی تشریح و تحقیق:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالاسناد اپنے اجداد کرام سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان اللہ کا مہینہ ہے (کنز العمال جلد ثامن) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے لفظ ”رمضان“ نہ کہو بلکہ اس کو نسبت کے ساتھ کہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی نسبت فرمائی ہے اور شہر رمضان یعنی ماہ رمضان کہا ہے۔ اصمعی نے ابو عمر بن السعد کا قول نقل کیا ہے کہ رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں اونٹ کے بچے گرمی کی وجہ سے جھلس جاتے ہیں۔ بعض اصحاب کا خیال یہ ہے کہ چونکہ اس ماہ میں گرمی کی وجہ سے پتھر تپنے لگتے ہیں اور رمضان گرم پتھر کو کہتے ہیں اس لئے اس کو رمضان کہنے لگے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ اس ماہ میں گناہ جلا دیئے جاتے ہیں یا رمضان گناہوں کو جلا دیتا ہے اس لئے رمضان کہا گیا ”رمض“ کے معنی ہیں جلانا، اصمعی اور بعض دوسرے وہ لوگ جنہوں نے گرمی کی شدت رمضان کی وجہ تسمیہ بنائی ہے شاید ان لوگوں کے زمانے میں رمضان موسم گرما ہی میں واقع ہوا ہوگا (ورنہ وہ تو ہر موسم میں آتا ہے) تیسرا قول بھی سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے مروی ہے۔ بعض علماء محققین کا کہنا ہے کہ رمضان میں نصیحت اور فکر آخرت کی گرمی سے دل اس طرح متاثر ہوتے ہیں جیسے، ریت اور پتھر گرمی سے تپتے اور متاثر ہوتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لفظ ”رمض“ سے بنا ہے اور رمض کے معنی ہیں برساتی بارش (موسم برشگال کی بارش) چونکہ رمضان بدن سے گناہ بالکل دھو ڈالتا ہے اور دلوں کو اس طرح پاک کر دیتا ہے جیسے بارش سے چیزیں دھل کر پاک صاف ہو جاتی ہیں۔

ماہ رمضان کے فضائل و خصائص:

ابونصر رحمۃ اللہ علیہ نے بالاسناد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا آپ نے فرمایا۔ ”اے لوگو! ایک عظیم المرتبت اور برکتوں والا وہ مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے فرض کئے ہیں اور

اس مہینے کی راتوں میں عبادت کو افضل قرار دیا ہے۔

جس شخص نے اس مہینے میں ایک نیکی کی یا ایک فرض ادا کیا اس کا اجر اس شخص کی طرح ہوگا جس نے کسی دوسرے مہینے میں ۷۰ ستر فرض ادا کئے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا صلہ جنت ہے یہ مہینہ نیکی پہنچانے کا ہے۔ اس مہینے میں مومن کی روزی میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔ اس کی گردن آتش دوزخ سے آزاد کی جائیگی اور روزہ دار کے روزے کا ثواب کم کئے بغیر افطار کرانے والے کو بھی روزے دار کے برابر ثواب ملے گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم میں سے ہر ایک کی استطاعت اتنی نہیں ہے کہ افطار کرائے تو حضور اکرم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو اجر مرحمت فرمائے گا جس نے ایک کھجور یا ایک گھونٹ دودھ یا ایک گھونٹ پانی سے بھی روزہ افطار کرایا یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس کا اول (حصہ) رحمت ہے درمیانی (حصہ) مغفرت ہے اور آخری (حصہ) دوزخ سے آزادی ہے۔ پس جس نے اس مہینے میں اپنے غلام پر آسانی کی اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا۔ پس اس مہینے میں یہ چار باتیں زیادہ سے زیادہ کرنا چاہئے۔

ان میں سے دو باتیں ایسی ہیں کہ جن سے تم اپنے رب کو راضی کر

سکتے ہو۔ اول یہ کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں دوم اپنے رب سے مغفرت طلب کرنا دو باتیں وہ ہیں جن کی تم کو ضرورت ہے۔ وہ یہ ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرو دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جہنم سے نجات (پناہ) مانگو جس نے اس مہینے میں کسی کو شکم سیر کر کے کھلایا اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض کوثر سے ایک گھونٹ پلائیگا اور پھر کبھی اسے پیاس نہیں محسوس ہوگی۔

ابونصر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماہ رمضان کی پہلی رات کو آسمان اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آخر ماہ رمضان المبارک تک بند نہیں کئے جاتے اور جو بندہ مومن خواہ مرد ہو یا عورت اس ماہ مبارک کی راتوں میں نمازیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر سجدے کے عوض ایک ہزار سات سو نیکیاں، اس کیلئے لکھتا ہے اس کے لئے جنت میں سرخ یا قوت کا ایسا مکان تعمیر فرماتا ہے جس کے ہزار دروازے ہیں اور دروازوں کے پٹ (کواڑ) سرخ یا قوت سے مرصع ہیں اور جس شخص نے اول سے آخر تک (اس ماہ میں) روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور (ان روزوں کو) دوسرے ماہ رمضان کا کفارہ بنا دیتا ہے اس کے لئے ہر روز جنت میں محل تعمیر کراتا ہے جس کے ایک ہزار سونے کے دروازے ہوتے ہیں اور اس کے لئے ستر ہزار فرشتے صبح و شام

انتظار کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر سجدے کے بدلے اس کو اتنا تناور سایہ دار درخت عطا ہوتا ہے کہ شہسوار اس کے نیچے سو برس تک چل کر بھی مسافت کو طے نہ کر سکے گا۔

محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا سرکار محی الدین عبدالقادر جیلانی المعروف بہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے ابو نصر نے اپنے والد کی اسناد سے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا کہ رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ جل جلالہ اپنی مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر توجہ (نظر رحمت) فرماتا ہے تو اس کو کبھی عذاب نہیں دیتا۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہزاروں آدمی دوزخ سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

ماہ رمضان کی برکتیں:

ابو نصر رحمۃ اللہ علیہ نے بالا اسناد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے خود سنا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ ماہ رمضان کے استقبال کے لئے جنت ایک سال سے دوسرے سال تک (یعنی تمام سال) مزین و آراستہ کی جاتی ہے پھر جب ماہ رمضان کی پہلی شب آتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مُثیرہ رہ ہے یہ ہوا جنت کے درختوں کے پتوں اور کواڑوں کی زنجیروں سے

مس ہوتی ہے اور ان کو ہلاتی ہے۔ اس ہوا کے لگنے سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے کہ اس سے اچھی آواز سننے والوں نے کبھی نہیں سنی ہوگی۔

پھر حوریں آراستہ ہو کر جنت کے غرفوں (کھڑکیوں) میں آکر کھڑی ہو جاتی ہیں اور آواز دیتی ہیں کہ کیا کوئی ہے جو ہم کو اللہ تعالیٰ سے مانگ لے اور اللہ تعالیٰ اس کا نکاح ہم سے کر دے پھر وہ داروغہ جنت رضوان سے کہتی ہیں۔ آج کی رات کیسی ہے؟ داروغہ جنت رضوان جواب دیتے ہیں اے جنت کی بے مثال حسیناؤ! یہ ماہ رمضان کی پہلی رات ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں، اے مالک (دروغہ جہنم)

امت محمدیہ کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دو، اے جبریل! زمین پر جاؤ اور شیاطین کو مقید کر دو! ان کو زنجیروں سے جکڑ دو۔ ان کو سمندر کے گردابوں میں پھینک دو تا کہ میرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں کے روزوں کو خراب نہ کر سکیں۔

حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ ماہ رمضان کی ہر رات میں اللہ تعالیٰ تین مرتبہ فرماتا ہے۔ کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کا سوال پورا کروں؟ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں! کیا کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ میں اس کو بخش دوں، کوئی ہے جو ایسے غنی کو قرض دے جو نادار نہیں ہے اور پورا بدلہ دینے والا ہے اور وہ کسی کی حق تلفی کرنے والا نہیں ہے

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ رمضان میں ہر روز افطار کے وقت ہزاروں دوزخی دوزخ سے آزاد کر دیئے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے ہر ایک عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور جب جمعہ کا دن اور جمعہ کی شب آتی ہے تو لاکھوں دوزخی دوزخ سے آزاد ہو جاتے ہیں جن میں سے ہر ایک عذاب کا سزاوار ہوتا ہے جب رمضان کا آخری دن آتا ہے تو اول تاریخ سے آخر تاریخ تک مجموعی طور پر جتنے افراد دوزخ سے آزادی پا چکے ہیں ان کی تعداد کے برابر (اس آخری روز) آزاد کئے جاتے ہیں۔

شیخ ابونصر رحمۃ اللہ علیہ نے بالاسناد حضرت ابوسعود غفاری سے روایت کی کہ نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ماہ رمضان کا چاند دیکھنے کے دن ارشاد فرمایا کہ اگر بندوں کو معلوم ہو جاتا کہ ماہ رمضان میں کتنی خیر و برکت ہے تو یقیناً بندے تمنا کرتے کہ کاش ماہ رمضان تمام سال کا ہوتا یہ سنکر ایک شخص نے عرض کیا! یا رسول اللہ! ہمیں رمضان المبارک کی فضیلت سے آگاہ فرمائیے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ماہ رمضان کے استقبال کے لئے جنت آغاز سال سے مزین اور آراستہ کی جاتی ہے یہاں تک کہ رمضان المبارک کی پہلی شب کو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جو جنت کے درختوں کے پتوں سے ٹکراتی ہے حوریں اس ہوا کو محسوس کر کے کہتی ہیں پروردگار اس مہینے میں تیرے جو بندے روزے رکھیں ان کو ہمارے

شوہر مقرر فرما دے تاکہ ان سے ہماری آنکھیں اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں پس جو بندہ رمضان کے روزے رکھتا ہے اللہ ایک مُجُوف (کھوکھلے) موتی کے خیمہ کے اندر اس کا نکاح کسی ایسی حور سے جو ان حوروں میں سے ہوگی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حُور مقصورات فی الخیام فرمایا ہے۔ ضرور کر دیتا ہے ان میں سے ہر حور کے جسم پر ستر جوڑے ہوں گے ہر جوڑے کا رنگ اور خوشبود و دوسرے جوڑے سے الگ اور مختلف ہوگی۔ ہر ایک کو ستر قسم کی خوشبو عطا ہوگی ہر حور سرخ یا قوت کے ایسے تخت پر جلوہ فگن ہوگی جو موتیوں سے مزین اور آراستہ ہوگا اس تخت پر ستر فرش ہونگے ہر فرش کا استر استبرق (ایک اعلیٰ ریشم) کا ہوگا ہر ایک کے اوپر ستر مسندیں ہوں گی، ہر حور کے ستر ہزار خادم ہونگے، اور اس کے شوہر کے بھی اتنے ہی خادم ہونگے، ہر خادم کے ہاتھ میں سونے کا ایک پیالہ ہوگا جس میں کھانا تو ایک رنگ کا ہوگا لیکن ہر لقمہ کا مزہ دوسرے لقمہ سے جدا ہوگا۔ ہر حور کے شوہر کو بھی ایسا ہی کچھ انعام ملے گا وہ بھی سرخ یا قوتی تخت پر متمکن ہوگا، اور سونے کے دو کنگن یا قوت سے مرصع وہ پہنے گا، یہ انعام ہر اس شخص کے لئے ہوگا جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے دوسری نیکیاں جو اس نے کی ہیں اس کا اجر الگ ہوگا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ

رمضان کی جب پہلی رات ہوتی ہے تو رضوانِ جنت سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ امت محمدیہ کے روزہ داروں کے لئے جنت کو آراستہ کرو اس کے دروازوں کو بند نہ کرو جب تک ان کا یہ مہینہ ختم نہ ہو جائے پھر داروغہ جہنم (مالک) سے خطاب فرماتا ہے کہ اے مالک! وہ کہتا ہے لیک (میں حاضر ہوں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دو اور جب تک یہ مہینہ نہ گزر جائے ان کو نہ کھولو! پھر جبریل علیہ السلام کو ندا فرماتا ہے۔ جبریل علیہ السلام کہتے ہیں میں حاضر ہوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے زمین پر اترو اور سرکش شیاطین کو جکڑ کر باندھ دو تا کہ امت محمدیہ کے روزوں اور افطار میں وہ خلل نہ ڈال سکیں۔

ماہ رمضان میں ہر روز طلوع آفتاب سے افطار کے وقت تک اللہ تعالیٰ اپنے کچھ بندوں کو خواہ مرد ہوں یا عورت جہنم سے آزادی عطا فرماتا ہے۔ ہر آسمان پر ایک ندادینے والا فرشتہ ہوتا ہے جس کی چوٹی عرش کے نیچے اور پاؤں زمین کے ساتویں طبقہ کی انتہا پر ہوتے ہیں اس کا ایک بازو مشرق میں اور ایک مغرب میں ہوتا ہے اس کے سر پر لولو، مرجان اور جواہر کا تاج ہوتا ہے یہ ندادینے والا فرشتہ پکارتا ہے کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، کوئی مانگنے والا ہے جس کی دعاء قبول کی جائے، کوئی مظلوم ہے جس کی داد رسی کی جائے، کوئی مغفرت چاہنے والا ہے

جس کی مغفرت کی جائے کوئی سائل ہے جس کے سوال کو پورا کیا جائے؟ حضور سرکارِ مدینہ سرورِ قلب و سینہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ تمام ماہ رمضان میں اسی طرح ندا فرماتا رہتا ہے کہ میرے بندو! اور میری بندیو! تم کو بشارت ہو صبر کرو (کھانے پینے وغیرہ سے) اور پابندی کرو (احکام روزہ کی) میں عنقریب تمہاری مشقتیں دور کر دوں گا اور تم میری رحمت اور کرامت تک پہنچ جاؤ گے (تم کو میری رحمت حاصل ہوگی۔) شب قدر کو جبریل فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور ہر ذکر الہی کرنے والے (خواہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو) کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقا کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تبارک و تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو بات کرنے کی اجازت دیتا تو یقیناً وہ ماہ رمضان کے روزہ داروں کو جنت کی بشارت دیتے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کی نیند عبادت ہے اس کی خاموشی تسبیح ہے اس کی دعاء مقبول ہے اور اس کا عمل دونا کیا جاتا ہے۔

سال بھر کے گناہوں کا کفارہ:

اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ابو خثیمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ رحمۃ اللہ علیہ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے تھے کہ ایک رمضان دوسرے رمضان تک ایک حج دوسرے حج تک ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک نماز سے دوسری نماز تک جو گناہ اس عرصہ میں سرزد ہوتے ہیں وہ ان کا کفارہ بن جاتے ہیں بشرطیکہ گناہ کبیرہ سے اجتناب کیا جائے۔

جب ماہ رمضان آتا تو حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ اے لوگو! تمہیں یہ مہینہ مبارک ہو کیونکہ یہ مہینہ سراپا خیر و برکت کا ہے اس کے دن روزے کے اور راتیں عبادت کی ہیں اس میں خرچ کرنا راہ خدا میں خرچ کرنا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ اکرم الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا! جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے یقین و حصول و ثواب کی خاطر رات میں قیام کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرمادے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا جب ایک فرد نیکی کرتا ہے اس کو دس سے سات سو گنا تک ثواب دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے اجر کے اس

کے متعلق تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ دار اپنا کھانا پینا میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ ڈھال ہے (دوزخ اور گناہوں سے بچانے کے لئے) روزہ دار کے لئے دوسری چیزیں ہیں ایک مسرت افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب کے دیدار کے وقت، ابوالبرکات سقطی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد بیان کیا کہ مجھے مسعودی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ماہ رمضان کی کسی رات میں اگر کوئی انا فتحنا لك فتحا مبیناً آخر سورت تک نفل نماز میں پڑھے تو پورے سال وہ ہر قسم کے شر اور بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔

ماہ رمضان کے حروف اور ان کی برکتیں:

رمضان کے حروف! رمضان کے پانچ حروف ہیں (۱) ر، رضوان اللہ (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی) ہے (۲) م محابۃ اللہ کی ہے (اللہ کی محبت) (۳) ض ضمان اللہ کا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری) (۴) الف الف کا ہے (۵) ن نور اور نوال (یعنی مہربانی اور بخشش) کا ہے۔ یعنی اللہ کے اولیاء اور صلحاء اور ابرار کے لئے بخشش اور عزت کی طرف نون سے اشارہ ہے کہتے ہیں کہ تمام مہینوں میں رمضان کے مہینے کی مثال ایسی ہے جیسے سینہ میں دل یا انسانوں میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا تمام شہروں میں حرم محترم! حرم ایسی بزرگ جگہ ہے کہ اس کے اندر دجال لعین کو داخلہ نہیں ملے گا اور ماہ رمضان میں سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے انبیاء گنہگاروں کی سفارش

ڈرتھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روز جزا
دی ان کی رحمت نے صدایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

رمضان اور قرآن دونوں شفاعت کریں گے :

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرکار ابد قرار
شفیع روز شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ، روزہ اور قرآن
بندے کیلئے شفاعت کریں گے۔ روزہ عرض کریگا اے رب ذوالجلال! میں
نے کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے دن میں اسے روک دیا۔ میری
شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ قرآن کہے گا اے رب کریم میں نے
اسے رات میں سونے سے باز رکھا میری شفاعت اس کے لئے قبول کر۔
دونوں کی شفاعت قبول ہوں گی۔

ایک لاکھ رمضان کا ثواب :

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے حبیب
پروردگار شفیع اور شمار، دو جہاں کے تاجدار، سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے دل کا
چمین و قرار جناب احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جس نے
مکہ مکرمہ میں ماہ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام کیا تو
اللہ جل و علا اس کے لئے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور
روزانہ ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز گھوڑے پر سوار ہو کر جہاد
کرنے کا ثواب اور ہر دن میں نیکی اور ہر رات میں نیکی لکھے گا۔

کرتے ہیں ماہ رمضان خود بھی گنہگاروں کی سفارش (شفاعت) کرے گا
اور دل کی جلاء معرفت اور ایمان کے نور سے ہوتی ہے۔ اسی طرح ماہ
رمضان کی زینت تلاوت قرآن پاک سے ہوتی ہے جو شخص ماہ رمضان
میں نہیں بخشا گیا پھر اس کے لئے کونسا مہینہ ہوگا جس میں وہ بخشا جائے گا
بندے پر لازم ہے کہ توبہ کے دروازے بند ہونے سے قبل اللہ کی طرف سچے
دل سے رجوع کرے اور گریہ وزاری کا وقت گزرنے سے پہلے ہی (بد اعمالی
پر) گریہ وزاری کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری
امت جب تک رمضان کی عظمت برقرار رکھے ذلیل نہ ہوگی ایک شخص نے
عرض کیا! یا رسول اللہ ان کی ذلت کیا ہے؟ فرمایا کسی شخص نے ماہ رمضان
میں فعل حرام کا ارتکاب کیا یا برا عمل کیا، مثلاً شراب پی، یا زنا کا ارتکاب کیا
اس سے رمضان المبارک کا عمل قبول نہ ہوگا۔ اور آئندہ رمضان تک پورا
سال فرشتے اور آسمان والے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اگر وہ آئندہ رمضان
سے پہلے مرجائے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی کوئی نیکی نہ ہوگی۔

بخشش کا بہانہ :

حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں اگر اللہ عز و
جل کو امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عذاب کرنا مقصود ہوتا تو ان کو ماہ
رمضان اور سورہ اخلاص شریف ہرگز عنایت نہیں فرماتا اب فاضل بریلوی کا
شعر پڑھیے ایمان تازہ ہو جائے گا روح کو توانائی مل جائیگی!

دواندھیرے :

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ میں نے امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دونور عطا کئے ہیں تا کہ وہ دواندھیروں کے ضرر (نقصان) سے محفوظ رہیں سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ جل وعلا وہ کون کون سے دونور ہیں؟

ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ ایک نور رمضان اور دوسرا نور قرآن پھر موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار وہ دواندھیرے کون کون سے ہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوا ایک قبر کا اندھیرا اور دوسرا قیامت کا۔

ہر قدم پر ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب :

حضرت سیدنا عبد الرحمن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے طویل حدیث شریف نقل کی ہے جس میں سرکارِ مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے جو ماہ رمضان شریف کی کسی مجلس ذکر میں شرکت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے میں ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے اور بروز قیامت وہ عرش کے سائے میں ہوگا اور جو کوئی رمضان شریف میں نماز باجماعت پر مداومت کرتا ہے (یعنی ہر نماز باجماعت ہی پڑھتا ہے) اللہ تبارک و تعالیٰ اس (خوش نصیب) کو ہر ہر رکعت کے عوض نور کا ایک ایک شہر عطا فرمائے گا۔

جو کوئی ماہ رمضان میں اپنے والدین کے ساتھ احسان کرے گا اللہ

عز وجل اس کی طرف نگاہ رحمت فرمائے گا اور میں (یعنی ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کا ذمہ دار ہوں جو کوئی ماہ رمضان میں کسی مسلمان کی حاجت یعنی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دس لاکھ حاجتیں پوری فرماتا ہے جو کوئی اس ماہ مبارک میں کسی صاحبِ اولاد فقیر کو خیرات دیتا ہے اللہ عز وجل اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دس لاکھ گناہ معاف فرماتا ہے۔ اور اس کے دس لاکھ درجات بلند فرماتا ہے۔

حاجت روائی کی فضیلت :

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مکاشفۃ القلوب میں نقل کرتے ہیں حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تاجدارِ مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کی غرض سے چلا اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے عوض ستر نیکیاں لکھ دے گا اور اس کے ستر گناہ مٹا دے گا۔ اب اگر اپنے اس بھائی کی حاجت پوری کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل گیا جس طرح اس روز گناہوں سے پاک تھا جس روز اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ اگر اس بھائی کی حاجت پوری کرنے کے دوران اسے موت آگئی تو وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا۔

رمضان المبارک کی آمد پر خوش ہونا عین سعادت ہے اور اس خوشی کی برکت سے اللہ جل وعلا قیامت کے غم سے بچاتا ہے۔ چنانچہ سرکارِ مدینہ

سرور قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ رمضان المبارک کے آنے سے خوش ہونے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے غم سے بچائے گا۔

جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نظر اس حدیث پر پڑی تو گویا کہ اس کی منظر کشی یوں کی ہے:

شور مہ نوسن کر تجھ تک میں دواں آیا
ساتی میں تیرے صدقے! مے دے رمضان آیا

بچھونا دعائیں کرتا ہے :

اللہ کے حبیب امت مذنبہ کے طبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ جب بندہ مومن ماہ رمضان میں بیدار ہوتا ہے اور لیٹے لیٹے کروٹیں بدلتا ہے اور اللہ جل جلالہ کے ذکر میں لگا رہتا ہے تو اس سے فرشتہ کہتا ہے ”اٹھ اللہ عز وجل تجھ پر رحم کرے“ پھر جب وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اس کا بچھونا اس کے لئے دعاء کرتا ہے ”اے اللہ عز وجل اس کو جنت کے اعلیٰ بچھونے عطاء فرما“ اور جب اپنا لباس پہنتا ہے تو وہ لباس اس کے لئے دعاء کرتا ہے ”اے اللہ عز وجل اس کو جنت کا لباس عطاء فرما“ اور جب وہ جوتے پہنتا ہے تو وہ جوتے اس کے لئے دعاء کرتے ہیں ”اے اللہ جل وعلا، اس کو پل صراط پر ثابت قدم رکھنا“ اور جب برتن لیتا ہے تو وہ برتن اس کے لئے دعاء کرتا ہے ”اے اللہ عز وجل

اس کو جنت کے برتن عطاء فرما“ اور جب وضو کرتا ہے تو وہ پانی اس کے لئے دعاء کرتا ہے اے اللہ عز وجل اس کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک و صاف کر دے اور اگر اللہ عز وجل کے سامنے کھڑا ہوتا ہے یعنی نماز پڑھنے لگتا ہے تو اس کے لئے کعبۃ اللہ شریف دعاء کرتا ہے اے اللہ عز وجل اس کی قبر کو منور اور کشادہ کر دے اور اللہ عز وجل اس کی طرف نظر رحمت کرتا ہے اور فرماتا ہے اے میرے بندے، تو جو کچھ مانگے گا میں قبول فرماؤں گا۔

پہلے کے گناہ معاف:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو ایمان کی وجہ سے ثواب کے لئے رمضان کا روزہ رکھے گا اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جو ایمان کی وجہ سے ثواب کیلئے شب قدر کا قیام کرے گا اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

دوڑہ دار کو پانی پلانے کی فضیلت:

سرکار ابد قرار دونوں عالم کے مالک و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی رمضان المبارک میں روزے دار کو پانی پلائے تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک و صاف ہو جائے گا گویا ابھی ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ حکم گھر پر ہے یا سفر میں یا اس جگہ جہاں

پانی نہ ملتا ہو تو تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا کہ یہ حکم عام اگرچہ فرات کے کنارے پر بھی پانی پلا دے۔

ہر شب ساٹھ ہزار گناہگاروں کی بخشش:

کتب احادیث میں مرقوم ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب آسمانوں میں صبح صادق تک ایک منادی یہ ندا کرتا ہے ”اے اچھائی مانگنے والے! ختم کر (اچھائی مانگنا) اور خوش ہو جا کیونکہ تیری دعاء قبول ہو چکی ہے اور اے شریر! شر سے باز آ جا اور عبرت حاصل کر۔ ہے کوئی مغفرت کا طالب! کہ اس کی طلب پوری کی جائے۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا! کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔ ہے کوئی سائل! کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر شب میں افطار کے وقت ساٹھ ہزار گناہگاروں کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے اور عید کے دن سارے مہینے کے برابر گناہگاروں کی بخشش فرماتا ہے۔

محترم قارئین و ناظرین! رمضان المبارک کی جلوہ گری تو کیا ہوتی ہے ہم غریبوں کے تو قسمت کے ستارے کی رسائی تو اوجِ ثریا تک ہو جاتی ہے اور اللہ جل جلالہ، کے فضل و کرم سے رحمت کے دروازے ہمارے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے صدقے خوب خوب مغفرت کے پروانے تقسیم کئے جاتے ہیں کاش، ہم گناہگاروں کو بطفیل ماہ رمضان المبارک، اور سرور کون و

مکان سلطان مدینہ راحت قلب و سینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے رحمت بھرے ہاتھوں سے رہائی کا پروانہ مل جائے؟

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

تمنا ہے فرمائیے روزِ محشر

یہ تیری رہائی کی چھٹی ملی ہے

دو زانہ دس لاکھ گناہگاروں کی دوزخ سے دھائی:

رب ذو الجلال کی رحمتوں اور عنایتوں اور بخششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک موقع پر سلطان مدینہ راحت قلب و سینہ جگر گوشہ سیدہ آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ رب العزت اپنی مخلوق کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور جب اللہ عز و جل کسی بندے کی طرف نظر رحمت فرمائے تو اسے کبھی عذاب نہ دے گا۔ اور ہر روز دس لاکھ گناہگاروں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انیسویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کئے ان کے مجموعہ کے برابر اس ایک رات میں آزاد کرتا ہے۔

پھر جب عید الفطر کی رات آتی ہے۔ ملائکہ خوشیاں مناتے ہیں اور اللہ عز و جل اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے اور فرشتوں سے فرماتا ہے۔ اے گروہ ملائکہ! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کر لیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں پروردگار! اس کو پورا پورا اجر دیا جائے اللہ عز و جل فرماتا ہے

میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا:

جمعہ کی ہر گھڑی میں دس دس لاکھ کی مغفرت :
 تنبیہ الغافلین میں سیدنا فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے:

اللہ عزوجل ماہ رمضان میں روزانہ افطار کے وقت دس لاکھ ایسے گنہگاروں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے جن پر گناہوں کی وجہ سے جہنم واجب ہو چکا تھا۔ نیز شب جمعہ اور روز جمعہ (یعنی جمعرات کے غروب آفتاب سے لیکر جمعہ کے غروب آفتاب تک) کی ہر گھڑی میں ایسے دس دس لاکھ گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے جو عذاب کے مستحق قرار دیئے جا چکے ہوتے ہیں اور جب رمضان المبارک کا آخری دن آتا ہے تو پہلی رمضان سے لے کر اب تک جتنے آزاد ہوئے تھے اس کی گنتی کے برابر رمضان کی آخری شب میں آزاد کئے جاتے ہیں۔

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا
 پر تو نے دل آزر دہ ہمارا نہ کیا
 ہم نے تو جہنم کی بہت کی تجویز
 لیکن تیری رحمت نے گواہ نہ کیا

حکایت:

ایک شخص جس کا نام محمد تھا وہ تمام سال نماز نہ پڑھتا تھا جب رمضان شریف کا مہینہ آتا تو وہ پاک و صاف کپڑے پہنتا اور پانچوں وقت پابندی کے ساتھ نماز پڑھتا اور اپنی سال گزشتہ کی قضاء ہونے والی نمازوں کو بھی پڑھتا! لوگوں نے اس سے پوچھا! تو ایسا کیوں کرتا ہے اس نے جواب دیا کہ یہ مہینہ رحمت، برکت اور توبہ و مغفرت کا ہے، شاید اللہ تعالیٰ مجھے میرے اسی عمل کے سبب بخش دے۔

جب اس کا انتقال ہو گیا تو کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا ما فعل اللہ بک؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے جواب دیا میرے اللہ عزوجل نے مجھے رمضان شریف کی تعظیم و توقیر کرنے کے سبب بخش دیا۔

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور
 بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں درود

آتش پرست پر رحمت خداوندی:

شہر بخارہ میں ایک مجوسی یعنی آتش پرست رہتا تھا ایک مرتبہ رمضان شریف میں وہ اپنے بیٹے کے ساتھ مسلمانوں کے بازار سے گزر رہا تھا اس کے بیٹے نے کوئی چیز اعلانیہ طور پر کھانی شروع کر دی مجوسی نے جب یہ

دیکھا تو اپنے بیٹے کو ایک طمانچہ رسید کر دیا اور خوب ڈانٹ کر کہا تجھے رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں مسلمانوں کے بازار میں کھاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ لڑکے نے جواب دیا۔ ابا حضور! آپ بھی تو رمضان شریف میں کھاتے ہیں۔ والد نے کہا ٹھیک ہے میں بھی کھاتا ہوں مگر چھپ کر اپنے گھر میں کھاتا ہوں۔ مسلمانوں کے سامنے نہیں کھاتا اور اس ماہ مقدس کی بے حرمتی نہیں کرتا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ کسی نے خواب میں اس کو جنت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا تو اسے بڑا تعجب ہوا، پوچھا، تو تو مجوسی تھا۔ جنت میں کیسے آگیا؟ کہنے لگا، واقعی میں مجوسی تھا لیکن جب موت کا وقت قریب آیا تو اللہ عز و جل نے احترام ماہ مقدس رمضان المبارک کی برکت سے مجھے ایمان کی دولت سے اور مرنے کے بعد جنت سے سرفراز فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ جملہ مومنین و مومنات و جملہ مسلمین و مسلمات کو ماہ مقدس رمضان المبارک کے احترام و تعظیم و توقیر کی توفیق بخشے آمین۔ اور ماہ صیام کے صدقے ہماری مغفرت فرمائے آمین۔

نبی زادوں کی عظمت

نہ تخت و تاج کا لالچ نہ چاہت تھی حکومت کی
حفاظت تھی انہیں مقصود قرآن و شریعت کی

علی کے بچے بچے میں نظر آئی جھلک مجھ کو
صداقت کی، سخاوت شجاعت کی، قناعت کی

حسین پاک کو تا کہ بھلائیں نہ یہ نسلیں

سجائی بزم میں نے اس لئے ذکر شہادت کی

خدا کی راہ میں گھریا کیا سر بھی کٹا ڈالا

بروز حشر تا کہ مغفرت ہو جائے اُمت کی

لعین نے کر دیا تن سے جدا سرور کا سر لیکن

صدانوک سنان سے پھر بھی امی تھی تلاوت کی

نبی زادوں کے جب لاشے ہوئے پامال کربل میں

قسم سے اے مسلمانو! گھڑی تھی وہ قیامت کی

سجایا جا رہا ہے گوشہ گوشہ باغ جنت کا

سواری آنے والی ہے شہیدان محبت کی

نبی زادوں کی عظمت کو وہ اُے تو صیف کیا سمجھیں

تمنا جن کے دل میں ہے جہاں کی بادشاہت کی

(از: تاج السنہ)

اہل بیت اطہار

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على نبينا سيد

المرسلين و على اله الطيبين الطاهرين

اما بعد:

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم
إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

صدق الله العظيم

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر بلند آواز سے مکہ کے سرکار
مدینہ کے تاجدار دونوں عالم کے مالک و مختار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود و سلام پیش کریں:

صلی اللہ علی النبی الامی و الہ و صحبہ وسلم

صلاة وسلاماً عليك يا رسول الله.

برادران اسلام، آج ہم اہل بیت کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
متعلق بیان کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں لہذا حمد و صلوٰۃ اور
آیت کریمہ و درود شریف پڑھنے کی برکت حاصل کرنے کے بعد اہل سنت
کی شان میں لکھی ہوئی وہ منقبت جس کو استاذ زمن نے تحریر فرمایا ہے اسے
سماعت فرمائیں۔

کس زباں سے ہو بیان مدح خوان اہل بیت

مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوان اہل بیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیان

آیت تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں

قدروالے جانتے ہیں عز و شان اہل بیت

رزم کا میدان بنا ہے جلوہ گاہ حسن و عشق

کر بلا میں ہو رہا ہے امتحان اہل بیت

گھر لٹانا سر کٹانا کوئی تجھ سے سیکھ جائے

جان عالم ہو فدا اے خاندان اہل بیت

بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دے اے حسن

یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

آیت کریمہ کا ترجمہ سماعت فرمائیں:

اے اہل بیت یعنی اے نبی کے گھر والو اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم

سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے،

اس آیت کریمہ سے سرکار اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت

کرام کی عظمت و فضیلت اور ان کے درجات و مراتب کا واضح طور پر بیان ہے

حضرت امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت

کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اے آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے بری باتوں اور فحش چیزوں کو دور رکھے اور تمہیں گناہوں کے میل کچیل سے صاف رکھے۔

اب آپ حضرات ایک آیت کریمہ اور ملاحظہ فرمائیں جس سے اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فضیلت و منزلت ظاہر ہوتی ہے پارہ ۳ رکوع ۱۴ میں ہے فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْهُ بَعْدَ مَا جَاءَكَ - الی آخرہ یعنی اے محبوب پھر جو لوگ تم سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کریں بعد اس کے کہ تمہارے پاس اس کا علم آچکا ہے تو ان سے فرمادو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو پھر ہم مباہلہ کریں یعنی گڑگڑا کر دعائیں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ بخران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مناظرہ کرنے کے لئے مدینہ طیبہ آیا اور حضور سے کہا کہ آپ گمان کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں آپ نے فرمایا ہاں بیشک وہ اللہ کے بندے اس کے رسول اور اس کے کلمے ہیں جو کنواری مریم کی طرف القاء کئے گئے، یہ سن کر عیسائی بہت غصہ میں ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا آپ نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا ہے؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو صرف بغیر باپ ہی کے پیدا کئے گئے اور حضرت آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کئے گئے تو جب انہیں اللہ رب العزت کا بندہ ماننے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ ماننے میں کیا تعجب ہے۔

سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح دلیل کے ساتھ حق کو بیان فرمایا مگر عیسائی برابر جھگڑتے رہے، تو اللہ رب العزت نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دو۔

جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کے فرمان کے مطابق بخران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی اور آیت کریمہ پڑھ کر سنائی تو عیسائی کہنے لگے کہ ہم غور و فکر اور مشورہ کر لیں پھر کل آپ کو جواب دیں گے جب وہ لوگ جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے پادری اور صاحب الرائے شخص عاقب سے کہا کہ عبدالمسیح اس معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اس نے کہا کہ اے جماعت نصاریٰ تم پہچان چکے ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی مرسل ضرور ہیں تو اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ اب عیسائیت پر قائم رہنا ہے تو انہیں چھوڑ دو اور گھر کو لوٹ چلو، یہ مشورہ کرنے کے بعد عیسائی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور کی گود میں امام حسین ہیں اور دست مبارک میں امام حسن کا ہاتھ ہے اور حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور کے پیچھے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعاء کروں تو تم سب آمین کہنا نجران کے سب سے بڑے پادری عبد المسیح نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا اے جماعت نصاریٰ۔

اِنِّی لَآرِیُّ وُجُوْہًا لَّوْ سَأَلُوْا اللّٰہَ اَنْ یُّزِیْلَ جَبَلًا مِّنْ مَّکَانِہِ لَا زَالَہُ
 بیشک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے پہاڑ کو ہٹانے کی دعاء کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اس جگہ سے ہٹا دے۔
 پھر پادری نے کہا کہ اگر ان سے مباہلہ کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا، عیسائیوں نے اپنے پادری کی بات مان لی اور جزیرہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوئے رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ نجران والوں پر عذاب قریب آچکا تھا اگر وہ ہم سے مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیئے جاتے اور عذاب الہی کی آگ سے جنگل جل جاتے نجران اور وہاں کے رہنے والے چرند پرند تک نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کی مدت میں تمام روئے زمین کے عیسائی ہلاک اور برباد ہو جاتے۔

برادران اسلام، غور کیجئے کہ فرمان خداوندی کے مطابق عیسائیوں سے طے یہ ہوا تھا کہ تم اپنے بیٹوں کو لیکر نکلو اور ہم اپنے بیٹوں کو تم اپنی عورتوں کو لیکر میدان میں آؤ اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم خود بھی آؤ اور ہم بھی آئیں، اس موقع پر سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوری دنیائے اسلام میں سے جن پاک اور برگزیدہ ہستیوں کا انتخاب فرمایا وہ حضرت علی حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں، حضرات اب تک آپ قرآن کی روشنی میں اہل بیت اطہار کی شان اور فضائل سماعت فرما رہے تھے اب آگے ماہ محرم کو دیکھیں ماہ محرم سال کا پہلا مہینہ ہے اس مہینہ کا آغاز چمنستان زہرا کے گل و گلاب۔ مصطفیٰ جان رحمت کی اولاد اطہار یعنی راکب دوش مصطفیٰ شہزادہ گلگوں قباسیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ہوتا ہے عجیب اتفاق ہے سال کی ابتدا میں ایک خونی منظر سال کی انتہا میں ایک خونی منظر انتہاء سال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بارگاہ خداوندی میں ذبح کرنے کے لئے لاتے ہیں مگر اللہ رب العزت نے چھری کے نیچے سے حلقوم اسماعیل علیہ السلام کو نکلا کر بذریعہ جبریل جنتی مینڈھے کو رکھا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں قربانی کا عمل پورا کروا دیا وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کا خون بہایا مگر یہ قربانی ایک مینڈھے کی تھی اگرچہ بیٹے کی قربانی کا جذبہ تھا مگر اللہ نے

صاحبزادے کو بچا لیا مگر یہاں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف ایک بیٹے کو نہیں پورے خاندان کو لے کر میدان کربلا میں آئے ہیں یہاں تک کے چھ ماہ کے ننھے چہیتے لخت جگر یعنی علی اصغر کو ہاتھوں میں اٹھا کر شامیوں سے کہتے ہیں تمہارا جو بھی جھگڑا ہے وہ مجھ سے ہے اس چھ ماہ کے بچے سے تو نہیں ذرا سا پانی اس بچے کے حلق میں ٹپکا دو بروز حشر نانا جان سے کھلو اگر حوض کوثر سے پانی پلو او نگا مگر بد بختوں نے بد ختی کی انتہاء دکھائی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لخت جگر کے لئے پانی کے چند بوند مانگ رہے ہیں ایک شخص نے سنسنا تا ہوا تیر چھوڑا، جس حلق کو پانی کی ضرورت تھی وہاں سے خون کا فوارہ ابل پڑا امام حسین نے تیر کو گلے سے نکالا ابلتے ہوئے خون کو ہاتھ میں لیا آسمان کی طرف اچھالا اور کہا اے میرے پروردگار تو گواہ رہنا حسین کا یہ ایک جگر کا ٹکڑا کیا حسین تو سارے خاندان کو قربان کر دیگا۔ بس میرے مولا میری قربانیوں کو رائیگا نہ ہونے دینا نانا جان کی شریعت پر داغ نہ آنے دینا، سال کی ابتدا بھی خون سے سال کی انتہاء بھی خون سے سال کی ابتدا میں قربانیاں، سال کی انتہاء میں قربانیاں اسی پس منظر کو شاعر مشرق نے کیا خوب باندھا ہے۔

عجیب سادہ و رنگین ہے داستان حرم

نہایت اس کی حسین ابتداء ہے اسماعیل

موت کی دو قسمیں ہیں ایک موت وہ ہے جو بستر مرگ پر سکرات کی

شکل میں آتی ہے ایڑیاں رگڑا رگڑا کرتی ہے جو لوگ بھی اس منظر کو دیکھتے ہیں موت سے کتراتے ہیں موت سے دور بھاگتے ہیں مگر پھر بھی موت پیچھا نہیں چھوڑتی موت کی دوسری قسم میدان کارزار ہے یہاں موت سے ڈر کر مصطفیٰ کا دیوانہ بھاگتا نہیں بلکہ موت خود دیوانہ مصطفیٰ سے کترا کر نکل جاتی ہے موتیں تو دونوں ہیں مگر دوسری موت پہلی موت سے افضل ہے پہلی موت صرف موت ہے دوسری موت موت نہیں حیات ہے زندگی کا راز ہے، کیا کہوں کیا بات ہے، یہ تو مسلسل حیات ہے، قرآن اس کے زندہ ہونے کی شہادت دیتا ہے۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر

اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

حضرات، خون ناپاک ہے کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک، جسم پر لگ جائے تو جسم ناپاک، عجیب بات ہے خون جب تک جسم کے اندر رہے تو پاک۔ اور جسم سے باہر آجائے تو ناپاک، اندرون جسم پاک کیوں اور بیرون جسم ناپاک کیوں، اندر اس لئے پاک کہ زندگی کی ضرورت ہے باہر اس لئے ناپاک کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں باہر آنے کے بعد وہ سراسر مضر ہے اندر اس لئے پاک تھا کہ وہ مفید تھا باہر اس لئے ناپاک کہ وہ مضر ہے۔ مگر خون کے پاکی و ناپاکی کا پیمانہ شہید کے بدن پر بدل جاتا ہے شہید کے جسم سے خون کا نکلا ہوا قطرہ پاک ہے اس لئے اس کو دھونے یا نہلانے

کی ضرورت نہیں، شہید کو اس کے خون آلود کپڑوں میں ہی دفن کیا جائے گا کیوں اس لئے کہ میدان قیامت میں خون کے یہ داغ اور دھبے اس کے حق میں گواہی دیں گے کہ یہ شہید ہے اس کا یہ حال اعلاء کلمۃ الحق کے لئے ہوا ہے۔

قریب ہے یار و روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

حضرات، یہاں مرنا ہے جینا نہیں اور وہاں جینا ہے مرنا نہیں، جب مرنا طے ہی ہے تو مرنے سے ڈرنا کیا چلو پھر مرتے ہیں، مگر مرنے کا انداز کیا ہو! یہ کربلا والوں سے پوچھتے ہیں۔

حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

شاہ است حسین بادشاہ ست حسین

دین است حسین دین پناہ ست حسین

سرداد نہ داد دست درد دست یزید

حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

میدان کربلا سے موت کا اندازہ ملتا ہے مصیبتوں پر صبر کرنے کا ڈھنگ ملتا ہے پیاس کو برداشت کرنے کا طریقہ ملتا ہے باطل سے ٹکڑانے کا نکتہ ملتا ہے وقت کے یزید کو اس کا مکروہ چہرہ دیکھانے کا آئینہ ملتا ہے، ماہ محرم الحرام کی دسویں تاریخ ہے قافلہ حسینی پر سخت پہرا بیٹھا دیا گیا ہے پاس ہی دریائے فرات ہے مگر پانی پینے کی اجازت نہیں، فوج کا مطالبہ یہ تھا کہ

آپ یزید کے ہاتھ پر بیعت کریں امام حسین کا مطالبہ یہ تھا کہ مجھے یزید سے ملنے دیں، بہر حال آپ یزید کے بیعت پر رضا مند نہ ہوئے،

کوفیوں اور شامیوں نے قافلہ حسینی پر جنگ مسلط کر دی قافلہ حسینی کا بچہ شہید ہو گیا خاندان رسالت کے خیموں کو لوٹ لیا گیا۔ کیا بڑے کیا چھوٹے سب کے بدن پر خنجر چلایا گیا، ستم بالا ئے ستم یہ ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھوں یہ سب کچھ ہوا وہ کوئی غیر نہ تھے کافر و مشرک نہ تھے یہود و نصاریٰ نہ تھے بلکہ کلمہ گو تھے مگر دنیاوی حرص و ہوس نے اقتدار اور حکومت کے لالچ نے اندھا کر دیا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”الدنیا جیفۃ و طالبا کلاب“، دنیا مردار ہے اور اس کے طلب گار کتے ہیں دنیا طلبی نے انہیں اندھا کر دیا تھا، بہرا کر دیا تھا، یہ قتل حسین کے مرتکب ہو کر جہنمی ہو گئے۔

حضرات! محرم کی دس تاریخ ۱۰؎ مطابق ۶؎ بروز جمعہ ۵۶ سال پانچ ماہ پانچ دن کی عمر میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت پائی۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

دوستو! امام حسین رضی اللہ عنہ کیا چاہتے تھے آپ کی شہادت کا تقاضہ کیا تھا کیا آپ خلافت و حکومت چاہتے تھے؟ اگر خلافت و حکومت کی

خواہش ہوتی تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مکہ کی خلافت و حکومت قبول کرنے کی درخواست پیش کی تھی مگر آپ نے منظور نہیں فرمائی معلوم ہوا آپ کو خلافت و حکومت کی خواہش بالکل بھی نہ تھی شہادت ہی آپ کا مقصود تھا، آپ نواسہ رسول ہیں، علی کے نور نظر ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر ہیں، اگر آپ میدان کر بلا میں نہر فرات کی جانب اشارہ کرتے تو پانی قدموں کے نیچے چلا آتا! بددعا کرتے تو لشکر یزید ہلاک ہو جاتا نہ آپ نے کوئی کرامت ظاہر کی نہ آپ نے بددعا کی بلکہ شہادت ہی کو قبول فرمایا، کیوں، اس لئے کہ:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اگر امام حسین کرامت ظاہر کرتے تو آج ہم جیسے غریب مسلمانوں کے لئے اگر ویسی صورت حال پیش ہوتی تو ہم یہ کہہ کر بزدلی دکھاتے اور کہتے کہ امام حسین صاحب کرامت تھے انہوں نے کرامت دکھا کر کامیابی پائی ہم کیا دکھا سکتے ہیں۔ اس لئے امام حسین نے وہ نہیں کیا جو کسی بھی غریب اور مظلوم مسلمان کے اختیار میں نہ ہو! بلکہ وہ کر دکھایا جو ہر غریب مسلمان کے اختیار میں ہے۔ اور وہ ہے شہادت، آپ نے شہادت کو گلے لگا کر یہ سبق دیدیا اے میرے نانا کے امتیو! اگر تمہارے سامنے کر بلا کی سی صورت پیدا ہو جائے تو باطل کے آگے سر نہ جھکانا بلکہ

میری طرح گردن کٹا کر ہمیشہ کے لئے حیات جاوداں حاصل کر لینا!
جہاں میں اہل ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
ادھر دُوبے ادھر نکلے ادھر دُوبے ادھر نکلے

فضائل اہل بیت

شروع میں جس آیت کریمہ کے پڑھنے کا شرف ہم نے حاصل کیا ہے یعنی انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے اہل بیت یعنی اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے اس آیت کریمہ میں رسول اعظم فخر آدم و نبی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کرام کی عظمت و بزرگی و فضائل و مناقب اور ان کے درجات و مراتب کا واضح طور پر بیان ہے۔

اور حضرت سعید بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ سے اہل بیت مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر برائی سے پاک رکھا اور اپنی مخصوص رحمت سے نوازا۔

حضرت علامہ ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں جو ”رجس“ کا لفظ ہے وہ گناہ عذاب، نجاستوں اور نقائص کے معانی پر بولا جاتا ہے تو اللہ رب العزت نے یہ ساری چیزیں اپنے پیارے حبیب نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت سے دور فرمادیں۔

اور امام زہری نے فرمایا کہ رجس ناپسندیدہ چیز کو کہتے ہیں چاہے وہ عمل ہو یا غیر عمل۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل بیت کرام سے ہر قسم کی ناپسندیدہ چیزیں دور فرمادیں۔

اس آیت مبارکہ میں اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں، اس کے بارے میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے۔ امام بغوی، خازن اور بہت سے دیگر مفسرین کرام کے مطابق ایک جماعت جن میں صحابی رسول حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین میں سے حضرت مجاہد اور قتادہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

یہ جماعت اس طرف گئی ہے کہ اہل بیت سے مراد ہیں اہل عبا یعنی رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور دوسری جماعت جس میں صحابی رسول حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ جو تابعی ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ اہل بیت سے امہات المؤمنین مراد ہیں۔ اس لیے کہ یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ سَإِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَافِيًّا۔ تک مسلسل سات آیتیں امہات المؤمنین سے متعلق ہیں تو بیچ میں ایسا کلام کیسے آجائے گا جو ان سے متعلق نہ ہو۔

جو لوگ کہ اہل بیت سے اہل عبا یعنی پنجتن پاک مراد لیتے ہیں وہ دوسری جماعت کو جواب دیتے ہیں کہ یہ جملہ معترضہ کے طور پر آیا ہے جو کلام

عرب میں عام ہے۔ اور کہتے کہ متعدد صحیح طریقوں سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں تشریف لائے کہ ان کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمہ زہرا، اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور ہر ایک ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کا شانہ اقدس میں تشریف لائے۔ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ زہرا کو قریب کیا اور اپنے سامنے بٹھایا اور حسنین کریمین کو ایک ایک ران پر بٹھایا پھر ان پر اپنی چادر مبارک لپیٹی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔

اور ایک روایت میں یوں فرمایا: اللّٰهُمَّ هُوَ لَا اَهْلٌ بَيْنِيْ فَادْهَبْ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيراً۔ یعنی یا الہی! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ہر ناپاکی دور فرما اور انہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چادر اٹھائی تاکہ وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاتھ سے چادر کھینچ لی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّكَ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی خَيْرٍ۔ یعنی تم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے ہو بھلائی پر ہو!

جو لوگ اہل البیت سے پنچتن پاک مراد لیتے ہیں وہ اپنے دعویٰ کی دلیل میں یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ حسن اور صحیح طریقوں سے مروی ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول رحمت شفیع امت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد جب فجر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کے پاس سے گزرتے ہوئے فرماتے الصلوٰۃ اہل البیت یعنی اے اہل بیت نماز پڑھو۔ پھر آیت مبارکہ انما یرید اللہ لیذهب آخر تک تلاوت فرماتے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد چالیس روز تک صبح کے وقت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر تشریف لائے۔ اور فرمایا السلام علیکم اہل البیت ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ الصلوٰۃ رحمکم اللہ۔ یعنی اے اہل بیت تم پر خدائے تعالیٰ کی سلامتی رحمت اور برکت ہو۔ نماز پڑھو تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ پھر آیت مبارکہ انما یرید اللہ آخر تک تلاوت فرمائی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ طریقہ سات مہینے تک جاری رہا اور ایک روایت میں ہے کہ آٹھ مہینے تک اور یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے تصریح ہو گئی کہ آیت کریمہ میں اہل بیت سے مراد پنچتن پاک ہیں۔

بہر حال اہل البیت سے امہات المومنین مراد لینے اور پنچتن پاک مراد لینے والے دونوں گروہ کے پاس دلائل ہیں۔ لہذا جمہور علمائے امت نے فرمایا کہ آیت مبارکہ میں اہل البیت سے امہات المومنین اور پنچتن پاک دونوں مراد ہیں اور یہ انہوں نے اس لئے فرمایا تا کہ سارے دلائل پر عمل ہو جائے۔

اس سلسلے میں حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے سوانح کربلا میں بہت خوب لکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ دولت سرائے اقدس میں سکونت رکھنے والے اس میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں چونکہ اہل بیت نسب کا مراد ہونا مخفی تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک سے (یعنی چادر مبارک میں لپیٹ کر) بیان فرمادیا کہ مراد اہل بیت سے عام ہیں خواہ بیت مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ ازواج مطہرات یا بیت نسب کے اہل ہوں بنی ہاشم و مطلب۔

چنانچہ امام ثعلبی نے فرمایا کہ بعض حضرات نے کہا اہل البیت سے مراد بنی ہاشم ہیں اس لئے کہ بیت سے مراد بیت نسب ہے لہذا حضرت عباس حضور کے دوسرے مسلمان چچا اور چچا زاد بھائی سب اہل بیت میں سے ہونگے یہ حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جیسا کہ تفسیر خازن وغیرہ میں ہے۔

اور علامہ خطیب نے اپنی تفسیر میں اس سے بھی زیادہ عام فرمایا وہ

لکھتے ہیں کہ اہل بیت میں اختلاف ہے اور بہتر وہ ہے جو امام بقاعی نے فرمایا کہ اہل بیت وہ سب حضرات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص وابستگی رکھتے ہیں۔

مرد، عورت، ازواج مطہرات، کنیریں اور قریبی رشتہ دار، ان میں سے جو شخص زیادہ قریب ہوگا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خاص تعلق رکھنے والا ہوگا وہ مراد ہونے کے زیادہ لائق ہے۔

حضرت امام بقاعی کے قول کے تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے اس لئے کہ طبرانی وغیرہ کئی محدثین کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے چادر اٹھا کر اپنا سر اندر داخل کر لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوں تو حضور نے دو مرتبہ اِنَّكَ عَلَىٰ خَيْرٍ۔ یعنی تم بھلائی پر ہو۔ اور بیہقی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی کالی کملی میں لپٹایا اور آیت تطہیر تلاوت فرمائی تو حضرت واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اصحاب صفہ میں سے ہیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں تو حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وانت من اہلی۔ یعنی ہاں تم بھی میرے اہل میں سے ہو۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ سَلْمَانَ مِنَّا

اَهْلَ الْبَيْتِ یعنی سلمان ہم میں ہیں یعنی اہل بیت میں سے ہیں۔ اور اسی لئے امام العارفین شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ کے انیسویں باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ قیامت تک سادات کرام، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اور جو اہل بیت میں سے ہیں مثلاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب اس آیت کے حکم میں داخل ہیں۔

حضرت نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر صوفیاء کے امام ہیں انکا ارشاد حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔

رسول گرام وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے اہل بیت چاہے اہل بیت نسب ہوں یا اہل بیت سکنتی یا اہل بیت ولادت یا کسی اور کو اہل بیت میں شامل کر لیا گیا ہو سب لائق تعظیم و تکریم ہیں لیکن سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن کو ہر خاص موقع پر علیحدہ کر کے فرماتے ہیں وہ یہی چار نفوس قدسیہ ہیں۔

حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس لئے اہل بیت کا لفظ انہی چار حضرات کے لئے شائع و مشہور ہے۔

فضائل سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فضائل سیدہ فاطمۃ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملاحظہ کرنے سے قبل یہ جاننا اور سمجھ لینا ضروری ہے کہ حضرت سیدہ کی ولادت کب ہوئی، اور آپ کے بھائی بہن کتنے تھے، آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم شریف کیا تھا۔ واضح رہے کہ آپ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اقدس سے پیدا ہوئیں آپ کے دو بھائی اور تین بہنیں تھیں، صاحبزادگان کا اسم شریف قاسم اور عبد اللہ تھارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت قاسم کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہوئی اور حضرت عبد اللہ کا لقب مبارک طیب، وطاہر تھا اور ابتدائے اسلام میں ان کی ولادت ہوئی اور چند روز بعد رخت ارتحال باندھ کر سمیت دارالبقار واندھ ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے ہیں دو صاحبزادے کا نام اوپر گزر چکا تیسرے صاحبزادے کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ تینوں شہزادے بچپن میں ہی انتقال کر گئے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضرت علامہ جامی علیہ الرحمہ اپنی کتاب شواہد النبوة میں ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ:

ایک روز سید عالم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے داہنے اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی

اللہ عنہ کو اپنے بائیں بیٹھائے ہوئے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! خدائے تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے پاس جمع نہ رہنے دے گا ان میں سے ایک کو واپس بلا لے گا۔ اب ان دونوں میں سے جسے آپ چاہیں پسند فرمائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حسین رخصت ہو جائیں تو ان کی جدائی میں فاطمہ، علی کو تکلیف ہوگی اور میری بھی جان سوزی ہوگی اور اگر ابراہیم وفات پا جائیں تو زیادہ غم مجھی کو ہوگا اس لئے مجھے اپنا غم پسند ہے۔ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے اس کے بعد جب بھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے حضور مرحبا فرماتے پھر ان کی مبارک پیشانی کو بوسہ دیتے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ میں نے حسین پر اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کر دیا ہے۔

اور شہزادیوں کے اسم شریف ام کلثوم، رقیہ، زینب، فاطمہ تھا۔ ان میں سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدہ طیبہ طاہرہ عابدہ زاہدہ فاطمہ زہراء ہیں اور یہی ایک صاحبزادی بعد وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک حیات سے رہیں اور تینوں صاحبزادیاں حیات سید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں انتقال فرما چکی تھیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ آپ کی ولادت ۳۵ھ میں قبل ۵ سال

اعلان نبوت کے ہوئی۔ بعض کا قول ہے کہ ۱۴ء میں واقع ہوئی۔ شیخ ابو محمد بن خثاب اپنی کتاب موالید میں امام محمد باقر سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت بعثت و اظہار نبوت کے پانچ سال بعد ہوئی۔

صاحب روضۃ الواعظین فرماتے ہیں کہ جب حضرت خدیجہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حاملہ ہوئیں۔ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! خدیجہ! مجھ کو روح الامین نے خبر دی ہے کہ یہ صاحبزادی جو ہوں گی ان کا نام فاطمہ رکھنا کہ یہ نام ان کا نسلی ہے۔ اس کے معنی پاک، پاکیزہ، بابرکت، تجستہ اطوار کے ہیں۔ چنانچہ جب ان کی ولادت قریب ہوئی تو آپ نے انتظام زچہ خانہ کے لئے حسب رواج قبیلہ قریش کی عورتوں کو بلا یا سب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم تمہاری امداد و نظام زچہ خانہ کو ہرگز نہ آئیں گے کیونکہ تم نے ہماری بات نہ مانی اور متمول کو چھوڑ کر یتیم ابو طالب کی بیوی بنیں۔ تو انگری پر درویشی کو ترجیح دی۔ آپ اس جواب سے ملول و اندہ گئیں ہوئیں کہ اچانک چار عورتیں ظاہر ہوئیں جو گندم گوں دراز قد تھیں انہوں نے حاضر ہو کر کہا ہم بنی ہاشم کی عورتیں ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اجنبی عورتوں کو دیکھ کر خائف ہوئیں تو ان میں سے ایک نے کہا کہ خدیجہ غم نہ کرو اور اصلاً خوف و خطر دل میں نہ لاؤ۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے تیری خدمت کے لئے بھیجا ہے اور ہم تمہاری بہنیں ہیں۔ میں سارہ بنت اسحاق علیہ السلام ہوں، اور یہ مریم بنت عمران اور یہ کلثوم ہمشیرہ

موسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ آسیہ زوجہ فرعون ہیں۔ تمہاری خدمت کے لئے ہم چاروں بھیجی گئی ہیں یہ کہہ کر ایک دائیں طرف بیٹھ گئی اور ایک بائیں طرف، ایک پیچھے کو، ایک آپ کے آگے۔ کہ اتنے میں آثار وضع حمل پیدا ہوئے۔ مختصر یہ کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء کی ولادت ہوئی آپ ید قدرت سے طاہرہ مطہرہ متولد ہوئیں۔ جب آپ کو ہاتھوں میں لیا گیا ایک نور تمام حجرہ میں چمکا۔ غرض کہ چمن محمدی میں جب یہ ایک پھول کھلایا گلشن سعادت میں یہ غنچہ دلبر آراستہ ہو گیا تو بستان عصمت ریا حین ریاض سے مہک کر نسیم جمال و شمیم کمال تمام عالم میں پھیلانے لگا۔

تبارک اللہ ازیں اختر نجستہ کہ گشت ☆ ز نور طلعت او برج فضل نورانی
اب فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے اشعار کو پڑھیں اور ایمان کو جلا بخشیں!

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جھے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتولِ جگر پارہ مصطفیٰ
جملہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ

جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

ایک روایت یہ ہے کہ بعد ولادت دس حوریں بہشت بریں سے حجرہ مطہرہ میں بھیجی گئیں۔ ہر ایک کے پاس ایک طشت اور ایک ابریق تھا اور ان ابریقوں میں آب کوثر مملو تھا۔ چنانچہ وہ چاروں عورتیں جو پہلے سے حاضر تھیں انھیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس طشت میں بٹھا کر آب کوثر سے غسل دیا اور ایک سپید کپڑا جو عطر ہائے جنت سے معطر تھا۔ نکالا اس میں سیدہ کو لپیٹ لیا اور ایک ٹکڑے میں جو بحد غایت معطر تھا آپ کا سر مبارک بطریق مقنع کے باندھا اور کہا! لو خدیجہ مبارک ہو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خوشی خوشی آپ کو گود میں لیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔

حضرت خدیجہ نے آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں دیا المختصر یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا اور یہ خانہ رسالت میں روشن ہوئیں۔ اس کی کرنیں اور اس کی شعاعیں اتنی تنوع، ابدی، جمیل و پر نور تھیں کہ ان کے کئی نام ہو گئے جو آج بھی تاریخ کے صفحات میں اس کی خوبیاں اور کردار کے مختلف جگمگاتے پہلوؤں کی گواہی دیتے ہیں، وہ محدثہ مبارکہ، ذکیہ، راضیہ، مرضیہ، زاہراء، بتول، عذراء، سیدۃ النساء، خیر النساء، خاتون جنت، معظمہ، طاہرہ، عابدہ، ام الحنین کے نام و

القاب سے بھی پہچانی جاتی ہیں ان کا ایک خاص لقب ام ایہما ہے (یعنی اپنے باپ کی ماں) بڑا بلوغ اور بے پناہ عظمت کا حامل ہے۔ محدثین کرام نے اس کی تصریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فاطمہ ام ایہما ”اپنے باپ کی ماں اس لئے کہلاتی ہیں کہ آپ ہی سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل پاک چلی ہے۔ آپ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اور کام کو بقا دینے والی ہیں ”ام ایہما“ سے مراد وہ خاتون ہے جو اپنے باپ کی زندگی اور نام کو پروان چڑھانے کا سبب ہو جناب سیدہ کی تمام زندگی اس کا واضح ثبوت ہے بقول (ڈاکٹر اقبال)

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز

از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

نور چشم رحمتہ للعالمین

آں امام اولین و آخرین

بانوے آن تا جدار ہل اتی

مرضی مشکل کشا شیر خدا

ترجمہ: جناب مریم کے لئے تو ایک نسبت ہی باعث تعظیم ہے

فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تین نسبتوں کی عظمت سے سرفراز ہے اولین

وہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔ دوم وہ حضرت شیر خدا رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی شریک حیات ہیں اور تیسرے وہ حسنین کریمین جیسے عظیم

فرزند کی ماں ہیں۔ جناب سیدہ کی یہ عظمت و سرفرازی عالم اسلام کے لئے ایک بے مثال نمونہ پیش کرتی ہے جو عورت کی تمام زندگی اور اس کی نمایاں حیثیتوں کا احاطہ کرتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر فاطمہ کی صورت میں اسلامی معاشرے میں عورت کے حقوق و فرائض اور کارکردگی کا بے مثال نمونہ پیش کر دیا ہے۔ تاکہ مذہب اسلام جو بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے آیا ہے وہ معاشرے کے ایک طبقے کے ہی فرائض و حقوق سے محبت نہ کرے بلکہ نظر انداز کیا ہوا طبقہ جو معاشرے کا سب سے اہم حصہ ہے فراموش نہ ہو جائے۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: فاطمہ پھر عرض کیا مردوں میں، فرمایا: ان کے شوہر علی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک روز مجمع صحابہ میں رونق افروز تھے کہ صحابہ نے عرض کی حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کو یا ران و اصحاب سے زیادہ محبوب نہیں رکھتے۔ کہ اتنے میں علی مرتضیٰ معہ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے تشریف لائے۔ رسول گرامی و قاری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ کہ صحابہ نے کہا تھا، فرمایا: سیدہ نے عرض کی! حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم جواب مرحمت فرمائیں! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! فاطمہ اہل بیت میں تم سب سے زیادہ محبوب! اور مردوں میں علی پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پر فاطمہ ناراض ہو اس پر خدا ناراض ہے اور جس سے فاطمہ خوش ہو اس سے خدا اور اس کا رسول راضی۔

سچ کہو جو فرزند ان فاطمہ کو شکار جو رو ستم بنائیں گے ان سے فاطمہ خوش ہوں گی یا ناراض؟ سب نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! خوشنودی محال ہے۔

قتل اولاد نبی آں گاہ عذر ☆ بیشک آں عذر یست بدتر از گناہ

ایک روایت میں ہے کہ ایک بار سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہمراہ لے کر ایک غزوہ میں تشریف لے گئے دونوں شہزادگان ابھی کم سن تھے چھوٹے شہزادے حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز اپنے دولت کدہ سے باہر آ کر مدینہ کے باغات میں چلے گئے۔ اور درختوں کے نیچے کھیل رہے تھے کہ ایک یہودی جس کا نام صالح بن رفعہ تھا اس طرف سے گزرا دیکھا کہ چھوٹے شہزادے کھیل میں مصروف ہیں۔

اس یہودی نے امام ہمام کو گود میں لیا اور اپنے گھر لے جا کر چھپا دیا۔ حضرت سیدہ فاطمہ دن بھر امام ہمام کا انتظار کرتی رہی جب عصر کا وقت گزر گیا تو حضرت سیدہ فاطمہ کی بے چینی بڑھی اور زار و قطار رونے لگیں اور

اسی خود رفتگی میں ستر بار حجرہ سے باہر تشریف لائے کہ شاید کوئی حسین کو لا رہا ہو۔ یا کوئی آئندہ روندہ (آنے جانے والا) نظر آئے تو اسے تلاش کرنے کے لئے بھیجوں بالآخر بڑے شہزادے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جان مادر! تم ہی جاؤ اور اپنے بھائی حسین کو تلاش کر کے لے آؤ انہیں گئے سارا دن گزر گیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ابھی کم سن تھے لیکن چھوٹے بھائی کی جدائی نے ان کو بھی نڈھال کر دیا تھا الغرض امام حسن رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور مدینے کے باغات میں پہنچ کر رپکارے یا حسین بن علی یا قرة عين النبی این انت: اے بھائی حسین تم کہاں ہو۔

مگر کوئی جواب نہ ملا اچانک ایک ہرن ادھر سے گزرا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: يَا ظَبْيُّ هَلْ رَأَيْتَ أَخِي حُسَيْنًا اے ہرن! میرے بھائی حسین کو تو نے دیکھا ہے تو بتا دے ہرن کو اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی بخشی اور بحکم الحاکمین وہ اس طرح جواب دینے لگا، اے نور دیدہ خیر البشر اے سرور سینہ فاطمہ زہراء و فاتح خیبر! اخذہ صالح بن رفاعۃ الیہود ان کو صالح بن رفاعہ یہودی نے پکڑ لیا ہے و اخفاء فی بیتہ اور انہیں اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے وہاں سے انہیں لے آئیے امام حسن رضی اللہ عنہ خراماں خراماں اس یہودی کے گھر پہونچے اور آواز دی۔ صالح اپنے گھر سے باہر آیا۔ آپ نے فرمایا صالح! میرے بھائی حسین کو لے آؤ ورنہ ابھی اپنی والدہ سے کہتا ہوں تاکہ وہ دعا کریں کہ روئے

زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہے۔

صالح شہزادہ حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس ذہانت پر متحیر ہوا کہ چھوٹے سے بچے اور تلاش و جستجو میں یہ ذکاوت کہ آخر چور کو پکڑ لیا۔ صالح عرض کرنے لگا صاحبزادے آپ کی ماں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میری والدہ بنت رسول خدا فاطمہ زہرا ہیں، صالح نے کہا کہ ہاں، آپ کی والدہ کو میں جان گیا، مگر یہ بتائیے کہ آپ کے والد کون ہیں، آپ نے فرمایا میرے والد شیر یزداں، شاہ مرداں، اسد اللہ، علی مرتضیٰ ہیں! صالح نے کہا! آپ کے والد کو بھی پہچان گیا۔ اب اپنے نانا کے تعلق سے بتائیے کہ وہ کون ہیں؟ حضرت امام حسن نے فرمایا: رسول الثقلین، سید کونین، مقتدائے حریمین، پیشوائے مشرقین، سردار مغربین ہیں۔ جن کا اسم گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے یہ تمام جواب سن کر صالح نے کہا کہ اے جگر گوشہ رسول و نور دیدہ زہرہ و بتول و سرور قلب علی مرتضیٰ اس سے قبل کہ میں آپ کے چھوٹے بھائی حسین کو آپ کے سپرد کروں مجھے تعلیم اسلام فرمائیے آپ کی گفتگو نے میرے دل میں گھر بنا لیا۔ آپ کے فیض صحبت سے میں بہت متاثر ہوا۔ امام حسن سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کلمہ شہادت کی تعلیم فرمائی۔ اس یہودی نے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ پڑھا اور گھر میں سے شہزادہ حسین سید الشہداء کو لایا اور کچھ اشرفیاں بطور ہدیہ آپ کی نذر کیں سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع شہزادہ

حسین کے اپنے گھر تشریف لائے اور دل فاطمہ زہراء کو تسکین دی۔ اس کے بعد صالح اپنی قوم کے ستر آدمی کو ہمراہ لے کر شہزادگان کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے سب کو شرف اسلام سے مشرف فرمایا:

پھر صالح نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ میں نے سخت گناہ کیا ہے کہ شہزادہ حسین کو چھپایا جس سے آپ کو دلی رنج ہوا آپ میرے اس قصور کو معاف فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں معاف کرتی ہوں مگر یہ فرزند ان علی مرتضیٰ ہیں لہذا علی مرتضیٰ مولائے کائنات سے عذر تقصیر کر کے اور معاف کراؤ۔ صالح منتظر رہا۔ جب شیر خدا علی مرتضیٰ غزوہ سے تشریف لے آئے تمام قصہ عرض کر کے معافی چاہی۔ آپ نے فرمایا میں تجھ سے بہت خوش ہوں اور اپنی طرف سے تمہاری خطا معاف کرتا ہوں لیکن یہ دونوں شہزادے ریحان روضہ رسالت نہال حدیقہ جلالت جگر گوشان مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں ان سے معافی طلب کرو تا کہ تم بری ہو جاؤ۔

صالح گریہ کنناں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا سید المرسلین، یا رحمۃ اللعالمین، یا شفیع المذنبین صالح نے خطا کی ہے اسے معاف فرمادیں اور سارا قصہ مفصل عرض کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، صالح! ہم نے تو تیرا قصور معاف کیا مگر یہ دونوں برگزیدگان خدا ہیں لہذا تو خدا کے حضور میں استغفار کرواں کی بخشش حقیقتاً

بخشش ہے۔

صالح روتا ہوا جنگل کو چلا اور گریہ وزاری سے جناب الہی میں اپنے قصور کی معافی مانگنے لگا۔ اور اس طرح عرض گزار ہوا۔

ہیں معاصی حد سے باہر پھر بھی زاہد غم نہیں
رحمت عالم کی امت بندہ ہوں غفار کا
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سولا کھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

اسی طرح ستر شبانہ یوم جنگل میں روتا بلکتا رہا۔ آخر کار روح الامین بحکم رب العالمین دربار رسالت مآب میں حاضر آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اس بوڑھے صالح کو بلا کر بشارت دیجئے کہ ہم نے اس کی توبہ قبول فرما کر اس کا نام اپنے دوستوں کی فہرست میں لکھ لیا ہے، اللہ اکبر ایک یہودی اس خطا پر اسلام لانے کے بعد بھی اس قدر پریشان ہوا کہ کسی طرح میری خطا معاف ہو جائے۔

مگر ان ستمگاران شامی کا کیا حال ہوگا کہ جنہوں نے جگر گوشہ مصطفیٰ نور دیدہ زہراء کو زہر قہر سے سات بار دو پارہ کیا اور فرزند پسندیدہ مرتضیٰ کو مع بہتر نفوس قدسیہ کے کربلا کے تپتے ہوئے ریت میں تہ تیغ کیا۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے فرمایا: انس! جن عورتوں کے مناقب زیادہ ہیں اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بلند مرتبہ ہے وہ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آسیہ زین فرعون بنت فرام ہیں۔

امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب! کتاب الآل میں ایک روایت ہے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو بہشت میں متمکن فرمایا تو ایک روز فردوس اعلیٰ کے باغیچوں میں سیر و سیاحت فرماتے ہوئے حضرت حوا کی جانب مخاطب ہو کر یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے زیادہ حسین اور نیک دوسرا پیدا ہی نہیں فرمایا! حق سبحانہ تعالیٰ نے روح الامین کو حکم دیا کہ جب آدم و حوا فردوس اعلیٰ کی سیر و تفریح سے واپس آئیں تو ہمارے حبیب مکرم فخر آدم و بنی آدم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لخت جگر سیدہ زہدہ طیبہ طاہرہ راضیہ مرضیہ فاطمہ زہراء کی زیارت کراؤ۔

چنانچہ جب آدم علیہ السلام و حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں فردوس اعلیٰ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک صاحبزادی رونق افروز ہیں جن کے سر پر ایک تاج نورانی ہے اور دو گوشوارہ نوری کانوں میں لٹک رہے ہیں۔ ان کے روئے انور کی تابانی نے تمام بہشت کو منور کر رکھا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھ کر روح الامین سے پوچھا کہ جبریل یہ صاحبزادی کس کی ہیں جن کو یہ زیبائی عطا فرمائی گئی ہے کہ ریاض جنان ان کے نور سے

ایسا منور ہے جبریل نے کہا کہ یہ سیدہ فاطمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔

اسی لئے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جس کا آنچل نہ دیکھا مہر نے

اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

امیر المومنین حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ

سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات و کوائف کے بعد اب خصائص و فضائل شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور آپ کی ولادت با سعادت و وفات کا تذکرہ پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

شواہد النبوة میں ہے کہ حضرت سیدی امیر المؤمنین مولیٰ علی شیر خدا ائمہ اثنا عشرہ میں سے پہلے امام ہیں اور شمائل و فضائل جس قدر آپ کے ہیں کسی دوسرے صحابی کے نہیں۔ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس قدر فضائل کسی کے دستیاب نہ ہوئے جتنے کہ امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے دستیاب ہوئے۔

ولادت با سعادت:

آپ کی ولادت با سعادت مکہ معظمہ میں بعد از تیس سال عام الفیل ۱۳ رجب المرجب یوم جمعہ کو ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ یمن میں ایک شخص مشرم بن عیب الشیقا

زہدان یمن میں مشہور ایک سونوے سال کی عمر کا تھا۔

ایک روز اوقات عبادت میں اس نے وقتِ مناجات جنابِ الہی میں دعاء کی کہ الہی اپنے حبیبِ مکرم نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی مقرب عزیز کی شرف زیارت سے مشرف فرمادے۔

تیر دعائے بے ریاء ہدف اجابت پر لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باپ ابوطالب کو سفر یمن لاحق ہوا۔ جب آپ یمن پہنچے تو شرفائے یمن سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ان کے مشرم کی زیارت کو بھی تشریف لائے مشرم نے آپ کو دیکھ کر بہت تعظیم کی۔ اپنے پہلو میں بٹھایا پھر پوچھا آپ کس قوم سے ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں، آپ نے کہا میں اہل تہامہ سے ہوں مشرم نے کہا تہامہ کے کس جگہ سے ہیں؟ آپ نے کہا اہل مکہ سے پھر اس نے کہا کس قبیلہ سے ہیں؟ آپ نے کہا بنی ہاشم بن عبد مناف سے۔ مشرم یہ سنتے ہی اٹھا اور پیشانی ابوطالب کو چوما اور کہا: الحمد للہ خدا نے میری دعاء قبول فرمائی اور مرنے سے پہلے آپ کی زیارت کرائی۔

آپ اپنا نام تو بتائیں؟ ابوطالب نے کہا: مجھے ابوطالب کہتے ہیں مشرم نے کہا میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ عبدالمطلب کے دونیرہ ہونگے۔ ایک نبی مرسل ہوگا اس کے باپ کا نام عبد اللہ اور دوسرا ولی کامل ہوگا اس کے باپ کا نام ابوطالب ہے۔ جب وہ نبی تیس سال کے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس ولی کو پیدا فرمائے گا۔ مشرم نے ابوطالب سے

پوچھا کیا وہ نبی پیدا ہو گئے۔ آپ نے کہا ہاں: محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کا نام ہے اور انتیس سال اس وقت ان کی عمر ہے۔ مشرم نے کہا: ابوطالب مبارک ہو تم کو اس سال میں وہ فرزندِ دلبد عطاء ہوگا جو امام متقیان اور پیشوائے مومنان بنے گا۔ اے ابوطالب جب تم مکہ پہنچو تو اپنے برادرِ زادہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں میرا سلام عرض کر دینا اور یہ بھی کہہ دینا کہ مشرم آپ کے نیاز مندوں میں سے غائبانہ نیاز مند ہے اور اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ خدا ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں اور جب آپ کے فرزند ارجمند علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ متولد ہوں تو انہیں بھی میرا سلام شوق عرض کر دینا اور انہیں بشارت دینا کہ آپ وصیِ پیغمبر ہوں گے اور آپ پر مراتبِ ولایت کا اختتام ہوگا۔

ابوطالب نے کہا کہ جو کچھ آپ نے کہا میں اس کی تصدیق کیوں کروں مجھے ایسی کوئی کرامت دکھاؤ جس سے میں تمہیں صاحبِ تصرف مان سکوں۔ مشرم نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں، فرمائیں میں خدا سے دعاء کروں گا مجھے یقین ہے وہ ضرور قبول فرمائے گا۔ ابوطالب نے ادھر ادھر دیکھا تو ایک انار کا خشک درخت نظر آیا۔ آپ نے کہا کہ یہ درخت ابھی تر و تازہ ہو کر پھل دار ہو جائے گا؟ مشرم نے دعاء کی، اس درخت میں تازہ انار پیدا ہوئے اور وہ سرسبز ہوا۔ ابوطالب یہ کرامت دیکھ کر اپنے گھر مکہ مکرمہ واپس ہوئے۔

اور اس سال حسبِ پیشگوئی مشرم بن وعبید آپ کی بیوی فاطمہ

بنت اسد سے طواف خانہ کعبہ کے دوراں شیر خدا اسد اللہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ولادت ہوئی آپ کی ولادت کا واقعہ یوں ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد حاملہ تھیں، نواں مہینہ تھا خانہ کعبہ میں طواف کے لئے حاضر ہوئیں۔

آپ فرماتی ہیں کہ میں مشغول طواف خانہ کعبہ تھی۔ تین شوط، باطمینان پورے کر چکی تھی شوط چہارم کر رہی تھی کہ دروازہ محسوس ہوا تھا۔ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے چہرے کے تغیر سے مجھے پہچانا اور فرمایا: کیا بات ہے جو آپ کا رنگ متغیر ہو رہا ہے! میں نے عرض حال کیا۔ تو حضور نے فرمایا فاطمہ طواف پوری کر چکیں یا نہیں؟

میں نے عرض کیا نہیں! فرمایا طواف پورا کر لو اور اس حال میں اگر درد بڑھ جائے تو خانہ کعبہ کے اندر چلی جانا کہ اس میں کوئی حکمت الہی پنہاں ہے۔

صاحب بشار المصطفیٰ نقل فرماتے ہیں کہ میں عباس بن عبد المطلب اور چند قبیلہ بنی عبد العزیٰ کے لوگوں کے ساتھ مسجد بیت الحرام میں بیٹھا ہوا تھا کہ فاطمہ بنت اسد مسجد میں آئیں اور ان کو نواں مہینہ تھا جب وہ مشغول طواف ہوئیں تو شوط رابع میں چلنے کی قوت نہ رہی تو آپ پکاریں: اے خداوند خانہ کعبہ، بحرمت کعبہ اس ولادت کو مجھ پر آسان فرما کہ یک لخت دیوار کعبہ شق ہوئی اور فاطمہ بنت اسد اندرون کعبہ تشریف لے گئیں اور جاری

نظروں سے غائب ہو گئیں۔ ہم نے اندرون کعبہ فاطمہ بنت اسد کو بہت تلاش کیا مگر نہ ملیں۔ چوتھے روز آپ اسی کعبہ سے باہر تشریف لائیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے ہوئے تھیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

گوہر چوں پاک بود و صدف نیز پاک بود

آمد میا نہ حرم کعبہ در وجود

فاطمہ بنت اسد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو گود میں لیکر آئیں اور ابو طالب کو بشارت دی۔ ابو طالب نے آکر آپ کو گود میں لیا اور آپ کے رخسار انور کو دیکھنے لگے کہ حضرت علی نے ہاتھ بڑھایا اور اپنے باپ ابو طالب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ابو طالب نے کہا فاطمہ اس کا نام کیا رکھا! فاطمہ بنت اسد نے کہا آپ جو چاہیں نام رکھ دیں۔ ابو طالب نے کہا: اس کا نام زید رکھتا ہوں۔ جب حضرت علی کی ولادت کی خبر سرور عالم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا: اس کا کیا نام رکھا؟ ابو طالب نے کہا میں نے اس کا نام زید رکھا ہے اور ان کی ماں نے اسد رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا نام علی رکھو جو اعلیٰ ہمتی کی خبر دے آپ کی والدہ نے عرض کی، خدا کی قسم مجھے غیب سے یہ آوازیں آتی تھیں کہ فاطمہ اس کا نام علی رکھ مگر میں نے اس کو چھپایا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ فاطمہ بنت اسد اور ابو طالب اور ان کے

ما بین نام رکھنے میں جھگڑا ہوشب کو فاطمہ بنت اسد حرم میں آئیں اور آسمان کی طرف رخ کر کے برجستہ یوں کہنے لگیں۔

بین لنا بحکمک المرضی

ماذا ترى من اسم هذا الصبی

یعنی الہی! حکم ظاہر فرما دے جو کچھ اس بچہ کا نام منظور ہے تو دیوار کعبہ کی طرف سے میں نے ایک آواز سنی جس میں کوئی یہ بیت کہہ رہا تھا۔

فاسمه من شافع علی

علی ن اشتق من العلی

یعنی اس بچہ کا نام علی رکھ یہ نام علی سے مشتق ہے۔

روایت ہے کہ آقائے مدینہ سرور قلب و سینہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو حضرت علی کو گود میں لے کر تحنیک فرمائی یہ ایک مسنون طریقہ ہے کہ بعد پیدائشِ فرزند کسی بزرگ کو بلا کر تحنیک کرائی جائے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ کھجور یا چھوہارے چبا کر اپنی زبان سے اس طفل رضیع کے تالو میں لگا دے۔

چنانچہ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے منہ میں دے کر اپنا لعاب دہن انہیں چٹایا۔

اسی لئے مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اکثر خیر یہ فرمایا کرتے تھے کہ فَمِیْ لُعَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ میرے منہ میں حضور خواجہ کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب دہن ہے۔

آپ کی ولادت کے پانچ سال بعد قریش میں ایک عظیم قحط پڑا حضرت علی کے باپ ابوطالب چونکہ کثیر العیال اور قلیل الاموال تھے۔ ان پر اس قحط نے زیادہ اثر ڈالا۔ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ ابوطالب کی کثیر العیالی نے انہیں قحط محسوس کرایا ہے۔ لہذا چلو ان اولاد کی کفالت کریں چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت عباس تشریف لائے اور ارادہ ظاہر فرمایا ابوطالب نے عرض کی عقیل کو میرے پاس رہنے دو۔ باقی اولاد میں سے جس کو چاہو لے لو۔ چنانچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جعفر کو۔ اس طرح سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آغوشِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہوئی۔

بعد اظہار بعثت آپ اسبق الایمان لوگوں میں ہیں نماز پنجگانہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھی۔

بروز و شنبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اظہار نبوت فرمایا اور سہ شنبہ (منگل) کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھنا شروع کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قبول اسلام

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نو عمر لوگوں میں سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے تاریخ الخلفاء میں ہے کہ جب آپ ایمان لائے اس وقت آپ کی عمر شریف دس سال تھی بلکہ بعض لوگوں کے قول کے مطابق نو سال اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ سال اور کچھ لوگ اس سے بھی کم بتاتے ہیں اور اعلیٰ حضرت امام عشق و محبت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ و الرضوان ”تنزیہ المکانۃ الحیدریہ“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت قبول اسلام آپ کی عمر مبارک آٹھ دس سال تھی۔

آپ کے اسلام قبول کرنے کی تفصیل محمد بن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب یہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے پوچھا کہ آپ لوگ یہ کیا کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا دین ہے جس کو اس نے اپنے لئے منتخب کیا ہے اور اسی کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنے رسول کو بھیجا ہے لہذا میں تم کو بھی ایسے معبود کی طرف بلاتا ہوں جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں تم کو اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا کہ جب تک میں اپنے باپ ابو

طالب سے دریافت نہ کر لوں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ چونکہ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راز کا فاش ہونا منظور نہ تھا اس لئے آپ نے فرمایا اے علی، اگر تم اسلام نہیں لاتے ہو تو نہ لاؤ مگر ابھی اس معاملہ کو پوشیدہ رکھو کسی پر ظاہر نہ کرو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ اس وقت رات میں ایمان نہیں لائے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایمان راسخ کر دیا تھا دوسرے روز صبح ہوتے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی پیش کی ہوئی ساری باتوں کو قبول کر لیا اور اسلام لے آئے۔

آپ کی ہجرت:

رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خدائے تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر فرمایا کہ مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے لہذا میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا تم میرے بستر میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو رہو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی قریش کی ساری امانتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں ان کے مالکوں کو دے کر تم بھی مدینہ چلے آنا۔

یہ موقع بڑا ہی خوفناک اور نہایت خطرہ کا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو معلوم تھا کہ کفار قریش سونے کی حالت میں حضور کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اسی لئے خدائے تعالیٰ نے آپ کو اپنے بستر پر سونے سے منع

فرما دیا ہے۔

آج حضور کا بستر قتل گاہ ہے لیکن اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان سے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی قریش کی امانتیں دے کر تم بھی مدینہ چلے آنا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پورا یقین تھا کہ دشمن مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے میں زندہ رہوں گا اور ضرور مدینہ پہنچوں گا۔ لہذا سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر جو آج بظاہر کانٹوں کا بچھونا تھا وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے پھولوں کی سیج بن گیا۔ اس لئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ سورج پورب کی بجائے پچھم سے نکل سکتا ہے مگر حضور کے فرمان کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام سے سویا صبح اٹھ کر لوگوں کی امانتیں ان کے مالکوں کو سونپنا شروع کیا اور کسی سے نہیں چھپا۔ اسی طرح مکہ میں تین دن رہا پھر امانتوں کے ادا کرنے کے بعد میں بھی مدینہ کی طرف چل پڑا راستہ میں بھی کسی نے مجھ سے کوئی تعارض نہ کیا یہاں تک کہ میں قبا میں پہنچا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں تشریف فرما تھے میں بھی وہیں ٹھہر گیا۔

اخوت رسول:

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بہت سی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داماد اور چچا زاد بھائی ہونے کے ساتھ ”عقد مواخاۃ“ میں بھی آپ کے بھائی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مدینہ طیبہ میں اخوت یعنی بھائی چارہ قائم کیا کہ دو دو صحابہ کو بھائی بنایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے سارے صحابہ کے درمیان اخوت قائم کی۔ ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا بھائی بنایا مگر مجھ کو کسی کا بھائی نہ بنایا میں یوں ہی رہ گیا تو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انت اخي فی الدنيا والاخرہ یعنی تم دنیا اور آخرت دونوں میں میرے بھائی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور احادیث کریمہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں بلکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنی حدیثیں آپ کی فضیلت میں ہیں کسی اور صحابی کی فضیلت میں اتنی حدیثیں نہیں ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر جب رسول گرامی وقار محبوب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم فرمایا اور اپنے ساتھ نہیں لیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ، آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں تو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اما ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون من موسىٰ - کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے۔ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جانے کے وقت چالیس دن کے لئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنایا تھا اسی طرح جنگ تبوک کی روانگی کے وقت میں تم کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر جا رہا ہوں۔ لہذا جو مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا وہی مرتبہ ہماری بارگاہ میں تمہارا ہے اس لئے اے علی تمہیں خوش ہونا چاہئے تو ایسا ہی ہوا کہ اس خوشخبری سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلی ہو گئی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور مومن علی سے بغض و عداوت نہیں رکھتا سبحان اللہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا ہی بلند و بالا شان ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے محبت نہ کرنے کو منافق ہونے کی

علامت ٹھہرایا اور آپ سے بغض و عداوت رکھنے کو مومن نہ ہونے کا معیار قرار دیا یعنی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت نہ کرے وہ منافق ہے اور جو ان سے بغض و عداوت رکھے وہ مومن نہیں۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من سب علیا فقد سبنی یعنی جس نے علی کو برا بھلا کہا تو تحقیق کہ اس نے مجھ کو برا بھلا کہا۔

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتنا قرب اور نزدیکی حاصل ہے کہ جس نے ان کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی تو گویا کہ اس نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین کرنا درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک کھلے ہوئے میدان میں بہت سے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم دے کر تم لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم غدیر خم میں میرے متعلق کیا ارشاد فرمایا تھا؟ تو اس مجمع میں سے تیس (۳۰) آدمی کھڑے ہوئے اور ان لوگوں نے گواہی دی کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز فرمایا تھا۔ مَنْ

كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَى مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَاِلَ مَنْ وَاَلَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔ یعنی میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں یا اللہ العلمین جو شخص علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو شخص علی سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

اور طبرانی و بزار حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ترمذی و حاکم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَىٰ بَابِهَا مِلُّ عِلْمِ كَاشِرٍ مِّنْهُ اور علی اس کے دروازہ ہیں۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ أَحَبَّنِي یعنی جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ وَمَنْ أَحَبَّنِي فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهَ۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ أَبْغَضَنِي وَمَنْ أَبْغَضَنِي فَقَدْ أَبْغَضَ اللَّهَ۔ یعنی جس نے علی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی کی۔

آپ کا علم:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم علم کے اعتبار سے بھی علمائے صحابہ میں بہت اونچا مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت

سی حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ آپ کے فتوے اور فیصلے اسلامی علوم کے انمول جواہر پارے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے جب بھی آپ سے کسی مسئلہ کو دریافت کیا تو ہمیشہ درست ہی جواب پایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ علی سے زیادہ مسائل شرعیہ کا جاننے والا کوئی اور نہیں ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں علم فرائض اور مقدمات کے فیصلہ کرنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی دوسرا نہیں تھا۔

اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں سوائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوئی یہ کہنے والا نہیں تھا کہ جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو۔

حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کوئی مشکل مقدمہ پیش ہوتا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ ہوتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ مقدمہ کا فیصلہ کہیں غلط نہ ہو جائے۔

مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک ایسی عورت پیش کی گئی کہ جسے زنا کا حمل تھا۔ ثبوت شرعی کے بعد آپ نے اس

کے سنگسار کا حکم فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یاد دلایا کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ حاملہ عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد سنگسار کیا جائے اس لئے کہ زنا کرنے والی عورت اگرچہ گنہگار ہوتی ہے مگر اس کے پیٹ میں بچہ بے قصور ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد دہانی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فیصلے سے رجوع کر لیا اور فرمایا لَوْلَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ عُمَرُ۔ یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ علی کی موجودگی نے عمر کو ہلاکت سے بچا لیا۔

آپ کا حلم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حلم اس درجہ کا تھا کہ ایک روز آپ نے اپنے غلام کو آوازیں دیں باوجود کہ وہ غلام پس دیوار موجود تھا۔

جب آپ ستر بار پکار چکے اور وہ نہ بولا تو آپ وہاں تشریف لائے، دیکھا کہ غلام کھڑا ہے آپ نے فرمایا: تو نے میری آواز سنی عرض کیا جی ہاں سنی فرمایا جواب کیوں نہ دیا، عرض کیا، آپ کو غصہ میں آج تک نہیں دیکھا تھا اس ذریعہ سے آپ کو شمناک کر کے دیکھنا چاہتا تھا آپ نے فرمایا غصہ کرنے سے شیطان خوش ہوتا ہے اور ضبط غصہ سے رنجیدہ۔ تو پھر میں ایسا کام کیوں کروں جس سے شیطان خوش ہو بلکہ اسے اور زیادہ غمگین کرتا ہوں جا میں نے تجھے آزاد کیا اور جب تک میں زندہ ہوں تیری خور و نوش میرے ذمہ ہے۔

تواضع:

آپ میں تواضع اس درجہ کی تھی کہ زمانہ خلافت میں جب کہ آپ کی سلطنت مغربی افریقہ سے سمرقند تک پھیل چکی تھی آپ پیادہ یا بازار کو فہ میں تشریف لے آتے اور رعایا جو کچھ عرض کرنا چاہتی بے فکری سے عرض کر لیتی اور لوگ پکار کر کہتے کہ ہٹ جاؤ امیر المؤمنین تشریف لے جا رہے ہیں راستہ دے دو مگر آپ کبھی کسی کو نہ فرماتے۔ ایک روز آپ بازار سے کچھ سامان خرید کر خود دولت کدہ کی طرف لا رہے تھے کوئی نیاز مندوں میں سے بڑھا اور عرض کی حضور یہ سامان میں لے چلوں گا۔ آپ نے فرمایا ابوالعیال احق ان یحملہ۔ بچوں والا زیادہ حق دار ہے کہ گھر کا بار اٹھائے اس نے عرض کی: حضور: آپ ہمارے خلیفہ ہیں ایسے کام خدام کریں گے آپ کو اس سے کیا نسبت؟ تو آپ نے فرمایا: لا ینقص الرجل من کمالہ ما یحملہ الی عیالہ: انسان کا کمال گھر کا سامان اٹھا کر لے جانے سے کم نہیں ہو جاتا۔

آپ کی کرامات:

آپ کی کرامات بیحد ہیں چند کرامات نذر ناظرین کرتا ہوں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک کرامت یہ تھی کہ آپ جب رکاب میں پاؤں مبارک رکھتے تو قرآن مجید شروع فرماتے اور دوسری رکاب میں پاؤں پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ کرامت کی تعریف

ہی یہ ہے کہ عقل و خرد انسانی اسے تسلیم نہ کرے اور یہی کیفیت معجزہ کی ہے جو بات قرین عقل ہو اور جو امر عقل و خرد میں آجائے اسے کرامت یا معجزہ قرار دینا ہی حماقت ہے۔

جب آپ جنگ صفین میں تشریف لے گئے راستہ میں ہمراہی شدت تشنگی سے بے چین ہوئے۔ ہمراہیوں نے بہت دوڑ دھوپ کی ہر چہار جانب دیکھا مگر پانی دستیاب نہ ہوا حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ذرا آگے چلو جب کچھ راستہ طے کر چکے تو ایک گرجا گھر نظر آیا سب لوگوں نے وہاں قیام کیا اور اس گرجا گھر کے راہب سے پانی کی بابت دریافت کیا راہب نے کہا: پانی یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر موجود ہے آپ کے ہمراہیوں نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین آپ ہمیں اجازت دیجئے شاید ہم اپنی قوت کے ختم ہونے سے قبل پانی تک پہنچ جائیں۔

آپ نے فرمایا کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ پھر اپنی سواری پچھم کی جانب موڑا اور ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا یہاں سے زمین کھو دو۔ سب نے اسے کھودا۔ ابھی تھوڑی ہی زمین کھودی گئی تھی کہ نیچے ایک بڑا پتھر مثل چٹان کے نمودار ہوا سب نے اسے ہٹانے کی کوشش کی مگر وہ چٹان نہ ہٹی۔ اور اسے ہٹانے کے لئے کوئی ہتھیار بھی کارگر نہ ہو سکا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ پتھر پانی پر واقع ہے کسی طرح سے ہٹاؤ آپ کے ساتھیوں نے بہت کوشش کی مگر اسے اپنی جگہ سے

نہ ہلا سکے اب فاتح خیبر شیر خدا نے اپنی آستین چڑھا کر انگلیاں اس پتھر کے نیچے رکھ کر زور لگایا تو پتھر ہٹ گیا اور اس کے نیچے نہایت ٹھنڈا، میٹھا اور صاف و شفاف پانی ظاہر ہوا جو اتنا اچھا تھا کہ پورے سفر میں انہوں نے ایسا پانی نہ پیا تھا سب نے شکم سیر ہو کر پیا اور جتنا چاہا بھر لیا۔ پھر آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر چشمہ پر رکھ دیا اور فرمایا مٹی ڈال دو۔ جب راہب نے یہ واقعہ دیکھا تو آپ کی خدمت میں کھڑے ہو کر ادب سے پوچھا کیا آپ پیغمبر ہیں؟ فرمایا نہیں پوچھا کیا آپ فرشتہ مقرب ہیں؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا پھر آپ کون ہیں فرمایا کہ میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا داماد اور ان کا خلیفہ ہوں۔ راہب نے کہا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو راہب نے کہا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راہب سے دریافت فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم مدت سے اپنے دین پر قائم تھے اور آج تم نے اسلام قبول کر لیا۔ اس نے کہا حضور یہ گرجا اسی ہاتھ پر فتح ہونا تھا جو اس چٹان کو ہٹا کر چشمہ نکالے اور ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اس چٹان کو ہٹانے والا یا تو پیغمبر ہوگا اور یا تو پیغمبر کا داماد۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ نے اس پتھر کو ہٹا دیا تو میری مراد پوری ہو گئی اور مجھے جس چیز کا انتظار تھا وہ مل گئی۔

جب راہب سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو اتنا

روئے کہ آپ کی ڈاڑھی کے بال تر ہو گئے پھر فرمایا سب تعریف خدائے تعالیٰ کے لئے ہے کہ میں اس کے یہاں بھولا بسر نہیں ہوں بلکہ میرا ذکر اس کی کتابوں میں موجود ہے۔

پھر وہ راہب آپ کے لشکر میں شریک ہو کر اہل شام کے مقابلہ میں آیا اور اس قدر مقابلہ کیا کہ شہید ہو گیا جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور تجہیز و تکفین کے فرائض بھی انجام دیا۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں کہاں کیا چیز پوشیدہ ہے اور یہ درحقیقت علم غیب ہے جو سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل میں انہیں حاصل ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب لشکر شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نہروان کے راستہ میں ایک گرجا کے پاس سے گزرا تو اس کنیسہ سے ایک ضعیف العمر شخص بالا خانہ پر آیا اور پکارا کہ اے لشکر اسلام: اپنے سپہ سالار اور پیشوا سے کہو کہ وہ میرے پاس تشریف لائیں۔ چنانچہ اسلامی لشکر کے سپاہیوں نے آپ سے عرض کیا تو آپ نے سواری کا رخ اس کنیسہ کی جانب پھیر دیا۔ جب آپ اس سے قریب ہوئے تو اس نے عرض کیا کہ اے سردار لشکر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا دشمنان دین کی سرکوبی کے لئے راہب نے عرض کیا ٹھہریے اور لشکر کو روکئے اس لئے کہ آج کل ستارہ مسلمین ہیوط میں ہے اور طالع مسلمین ضعیف ہے چند

روز بعد جب کوکب ہابط صعود کی طرف متوجہ ہو جائے اور طالع مسلمین قوت پائے آپ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے راہب کیا تو علم آسمانی رکھتا ہے اس راہب نے کہا ہاں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا فلاں ستارہ کی سیر سے خبر دے اس نے عرض کیا۔ قسم خدا کی میں نے اس ستارہ کا نام بھی نہیں سنا ہے پھر آپ نے اور سوال فرمایا: اس نے پھر وہی جواب دیا۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا علم آسمانی سے اتنی خبر بھی تجھ کو نہیں تو پھر ہم تیری کیا مانیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ زمین کے حالات سے بھی تو واقف ہے راہب نے عرض کیا ہاں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو جہاں کھڑا ہے تجھے معلوم ہے تیرے قدموں کے نیچے کیا چیز مدفون ہے؟ راہب نے عرض کیا میں یہ بھی نہیں جانتا آپ نے فرمایا: ایک برتن ہے جس میں اتنے دینار ہیں، راہب نے کہا آپ یہ بات کس دلیل کی بنا پر فرما رہے ہیں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا مجھ سے میرے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تو حرب نہروان پر جائے گا تو راستہ میں ایک راہب ملے گا، وہ منع کرے گا، اس کے پیر کے نیچے ایک برتن پڑا ہوا ہوگا جس میں اتنے دینار ہوں گے۔ اس کے منع کرنے سے نہ رکنا علی تیرے لشکر کے دس آدمیوں سے زیادہ شہید نہ ہوں گے اور اس

لشکر کے دس سے زیادہ بچ کر نہ جائیں گے۔

راہب یہ سن کر متحیر ہوا اور جہاں کھڑا تھا اسے کھودا۔ وہ برتن برآمد ہوا اور اسی قدر دینار نکلے جتنے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے بتائے تھے۔ چنانچہ راہب کنیسہ سے باہر آیا اور حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے دست اقدس پر مسلمان ہوا۔ پھر حضرت شیر خدا باسطوت تام وشوکت تمام سوئے نہروان روانہ ہوئے۔

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین
ساتی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصل نسل صفا وجہ وصل خدا
باب فصل ولایت پہ لاکھوں سلام
شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

امیر المؤمنین سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ولادت باسعادت:

آپ کی کنیت ابو محمد ہے القاب طیب، زکی، سبط، اکبر، ولی، کریم، زاہد ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵، رمضان المبارک ۳ھ بروز سہ شنبہ کو ہوئی۔ اسماء بنت عمیس آپ کی قابلہ (دائی) تھیں۔ جب خبر ولادت حضور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ کو ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرحاں وشاداں خانہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تشریف لائے اور فرمایا میرے بچے کو مجھے دکھاؤ۔ حضرت اسماء نے ایک زرد (پیلے) کپڑے میں لپیٹ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آغوش سرور کو نین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زرد (پیلے) کپڑا دیکھ کر فرمایا: میرے اس بچے کو زرد (پیلے) کپڑے میں نہ لپیٹا کرو۔ پھر اسی وقت سفید کپڑا بدل دیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دائیں کان میں آذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی پھر مولائے کائنات حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا تم نے اس کا نام کیا رکھا؟ مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آپ کے سامنے کیا نام رکھتا! ہاں خیال ایسا ہے کہ حرب نام رکھا جائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس میں وحی کا منتظر ہوں۔ اتنے میں آثارات وحی ظاہر ہوئے اور طائر سدرہ روح الامین ایک

پارچہ سبز حریر پر منقش آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی لائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ کیا ہے؟ روح الامین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جناب الہی کی طرف سے بعد سلام ارشاد ہے کہ علی آپ کے لئے مثل ہارون علیہ السلام کے ہیں وہ موسیٰ علیہ السلام کے رفیق برادر تھے اور علی آپ کے ساتھ ہیں لہذا ان کے فرزندوں کے نام پسران ہارون علیہ السلام کے ناموں پر رکھے۔ ان کے بڑے لڑکے کا نام شبر تھا جس کا عربی ترجمہ حسن ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام بھی شبر رکھا اور آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ فرمایا اور دو مینڈھے ذبح فرمائے۔ ران قابله (دائی) کو عطائی۔ سر کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ فرمائی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روای ہیں کہ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دولت کدہ سے باہر تشریف لائے آپ کے دوش مبارک پر شہزادہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونق افروز تھے آپ نے فرمایا الہی میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روای ہیں کہ ایک روز سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دوش اقدس پر شہزادہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لائے اور فرمایا الہی میں اسے دوست رکھتا ہوں اور اس کے دوست کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اُسے دوست رکھ جو انہیں دوست رکھتا ہے حضور سید

یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہا اپنی زبان مبارک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چسایا کرتے تھے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال پر ملال ہوا تو اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف صرف ساڑھے سات سال کی تھی اس کے باوجود آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد حدیثیں مروی ہیں صاحب تلیح نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ان صحابہ میں کیا ہے کہ جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ ساڑھے سات سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ اس وقت کی اتنی حدیثوں کا یاد رکھنا اور نقل کرنا آپ کے حافظہ کا کمال ہے۔

آپ شکل و صورت میں اپنے نانا جان سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اَلْحَسَنُ أَشْبَهُهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر سے لیکر سینہ تک سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں۔ وَالْحُسَيْنُ أَشْبَهُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے زیریں حصہ سے بہت مشابہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک

حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیا نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں

خط تو ام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

اور ارشاد فرماتے ہیں:

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین

اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین

تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے

آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و کمالات:

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں بہت سی

حدیثیں مروی ہیں جن میں سے کچھ پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں

نے فرمایا کہ میں نے رسول رحمت شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا

کہ آپ منبر پر رونق افروز ہیں اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو

میں ہیں۔ آپ کبھی صحابہ کی طرف توجہ فرماتے اور کبھی ان کی طرف اور فرمایا

(إِبنیٰ هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصَلِّحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِیرا بیٹا

یہ سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں

کے درمیان مصالحت کرا دے گا۔

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے دیکھا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے اور حضرت امام حسن رضی

اللہ تعالیٰ عنہ آتے تو آپ کی گردن مبارک یا پشت مبارک پر سوار ہو جاتے تو

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اتر جاتے تھے۔

اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو آپ انہیں اتارتے

نہیں تھے وہ خود ہی اتر جاتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی

حالت میں ہوتے تو اپنے پیروں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دیتے کہ حضرت

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے درمیان سے دوسری طرف گزر جاتے۔

صاحب اعلام الوری لکھتے ہیں کہ ایک بار دونوں شہزادے کہیں باہر

کھیلنے تشریف لے گئے واپس آنے میں تاخیر ہوئی جناب سیدہ فاطمہ زہرا

رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھبرائیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

میں رو کر عرض کی۔ آپ نے فرمایا: فاطمہ گھبراؤ نہیں ان کا تم سے زیادہ محافظ

ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

الہی اگر وہ صحرا میں ہیں تو ان کی حفاظت فرما! اگر وہ دریا میں ہیں تو

ان کو سلامتی سے کنارہ پر لا کہ اتنے میں روح الامین حاضر دربار رسالت

ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں شہزادے

خطیرہ نبی نجار میں ہیں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو ان کی حفاظت

کے لئے متعین کر دیا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی وقت تشریف لے گئے اور دونوں شہزادوں کو اپنی آغوش شفقت میں لیکر سیدہ طاہرہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لائے۔ راستہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک صاحبزادہ کو اپنی گود میں لینا چاہا مگر سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ دیا پھر آپ نے اسی دن خطبہ فرمایا۔ اس میں بعد حمد و نعت ارشاد فرمایا کہ لوگو! تم جانتے ہو کہ اگر کسی کو نانا اور نانی کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے شرف بخشا ہے؟ تو وہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں جن کا نانا میں ہوں اور نانی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور اگر کسی کو ماں باپ کی طرف سے افضل الناس کہا جائے تو وہ یہی دونوں شہزادے ہو سکتے ہیں۔

جن کے باپ داماد پیغمبر فاتح خیبر علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور ماں سیدہ النساء بنت خاتم الانبیاء فاطمہ الزہراء ہیں۔ اور اگر باعتبار خال و خالہ کے اگر کوئی شرف پاسکتا ہے تو وہ بھی یہی دونوں شہزادے ہیں جن کے ماموں قاسم و ابراہیم اور خالہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور اگر کوئی چچا اور پھوپھی کی طرف سے معزز ہو سکتا ہے تو یہی دونوں لخت جگر ہیں کہ ان چچا جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھوپھی حضرت ام ہانی بنت ابوطالب ہیں سنن ترمذی میں مرفوعاً ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور رسول کریم علیہ افضل الصلوات و اکمل التسلیم نے ایک روز

شہزادہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دوش اقدس پر بیٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے کسی صحابی نے کہا نعم المركب رکبت یا غلام اے صاحبزادے تیری سواری بہت اچھی ہے۔ تو رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا و نعم الراكب هو۔ اور سواری بھی تو بہت اچھا ہے۔ یعنی اے صحابی یہ تو تو نے دیکھا کہ سواری کتنی اچھی ہے لیکن یہ بھی تو دیکھ کہ سوار کتنا اچھا ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خشیت الہی:

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں خانہ کعبہ میں عبادت کر رہا تھا کہ ایک صاحب کو میں نے دیکھا جو کمبل سے منہ لپیٹے ہوئے باب کعبہ پر مناجات فرما رہے ہیں اور ان کی زبان پر ایسے کلمات ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص سخت گنہگار ہے۔ اسی طرح گریہ و زاری میں تمام رات گزر گئی صبح وہ کمبل پوش ایک آہ سرد بھر کر روتے ہوئے روانہ ہوئے۔ مجھ سے رہانہ گیا میں ان کے پیچھے پیچھے چلا اور پکار کر سائل ہوا کہ اے شخص اپنی صورت تو مجھے دیکھا دے اور اپنا نام مجھے بتا کہ میں تیرے لئے دعائے مغفرت کروں تو وہ ٹھہرے اور کمبل ہٹا کر اپنا روئے رنگین دیکھاتے ہوئے فرمایا میرا نام حسن ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں! میں صورت دیکھتے ہی دوڑا اور قدموں میں لوٹ گیا اور عرض کیا، ابن رسول مجھے کم از کم یہ بتا دیجئے کہ اس اشکباری میں کیا راز ہے۔ آپ تو وہ ہیں کہ آپ کے دامن

فیض سے بڑے بڑے روسیاء پناہ لیں گے۔ آپ رونے لگے۔ اور فرمایا اے حسن وہ درگاہ شاہ بے نیاز کی ہے وہاں نبی ولی، امام بھی قدم رکھتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ اماں جان کو فرمایا کرتے تھے۔

يَا فَاطِمَةُ لَا تَتَكَبَّرِي أَنَا بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ إِعْمَلِي إِعْمَلِي إِعْمَلِي
تو اے حسن سمجھ لو! جب سیدۃ النساء فاطمہ زہراء کو احتیاج عمل ہے تو مجھ بیچارہ کی کیا ہستی۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس جواب سے مجھ پر ایسا اثر پڑا کہ میں چیخ مار کر بیہوش ہو گیا ہوش میں آیا تو دیکھا کہ شہزادہ تشریف لے جا چکے ہیں، میں روتا ہوا واپس حرم میں آ گیا۔

حاکم کی روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغیر سواری کے پیدل پچیس حج ادا فرمائے حالانکہ اعلیٰ قسم کے اونٹ آپ کے ہمراہ ہوتے تھے لیکن آپ ان پر سوار نہیں ہوتے تھے اور پایادہ راستہ طے فرماتے تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخاوت میں بے مثال تھے کہ بسا اوقات ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرمادیتے تھے۔

ابن سعد علی بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین بار آدھا مال راہ خدا میں دیدیا اور دو مرتبہ اپنا پورا مال

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیا۔

صاحب مریۃ الجنان نافی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کچھ سوال کیا۔ آپ نے اسے بچاس ہزار درہم عطاء فرمائے اس کو لے جانے کے لئے جمالوں (قلی) کی ضرورت ہوئی۔ آپ نے فرمایا: جمالوں کی اجرت بھی ہم پر ہی ہونی چاہیے۔ چنانچہ اپنا جبہ مبارک اتار کر جمالوں کو بخش دیا۔

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود آپ کو خلیفہ مکہ و مدینہ قرار دے کر آپ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام ہی کرنا منظور نہ رکھا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک اعرابی آیا اور آپ کو خوب برا بھلا کہہ کر حضور تاجدار عرب و عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں خوب گستاخیاں کرنے لگا، پھر کچھ مانگنے لگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خادم کو بلوا کر اسے عطا فرمایا اور معذرت کی، کہ اس وقت میں مجبور ہوں کہ یہی تھا اور نہ تجھے اور دیتا۔ وہ یہ حلم و سخاوت دیکھ کر رونے لگا اور قدموں میں گر کر کہنے لگا۔ اشهد انک ابن رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ ابن رسول اللہ ہیں۔ حضور میں نے جو گستاخیاں کیں وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے معاف فرمادیتے۔ میں نے امتحاناً یہ سب کچھ کہا تھا۔

ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک مقروض شخص آیا

اور عرض کی حضور ایک ہزار کا قرضہ ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دس ہزار درہم عطا فرمائے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ حضور! باوجود یہ کہ آپ فاقہ سے ہوتے ہیں۔ مگر سائل کو رد نہیں فرماتے۔ آپ نے فرمایا میں خود بارگاہ الہی کا سائل ہوں پھر مجھ سے اگر کوئی سوال کرے تو سائل کو سائل کے رد کرنے کا مجاز۔ میں جس کا سائل ہوں وہ مجھے دیتا ہے اور جو میرا سائل بن کر آتا ہے میں اسے دیتا ہوں اگر میں اپنے سائل کو رد کروں تو مجھے خوف ہے کہ میرا رب مجھے رد نہ کرے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلم:

آپ رضی اللہ عنہ بہت بڑے بردبار اور حلیم الطبع تھے۔ ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ مروان جب مدینہ منورہ میں حاکم تھا تو وہ منبر پر علی الاعلان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا بھلا کہتا تھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال تحمل کے ساتھ اس کی گستاخیوں کو برداشت کر لیتے تھے اور ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ اس گستاخ نے آپ کے سامنے ہی آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے۔ اسی درمیان مروان نے اپنے داہنے ہاتھ سے ناک صاف کی تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا افسوس تجھے اتنا بھی نہیں معلوم کہ داہنا ہاتھ اس کام کے لئے

نہیں ہے۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا چاہئے یہ سن کر مروان خاموش رہا۔ اپنی برائی سن کر تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش رہے لیکن جب غلط بات آپ نے دیکھی تو فوراً تنبیہ فرمائی یہ آپ کی حق گوئی ہے عیب جوئی نہیں۔
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتیں:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے شمار کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ حج کے لیے پیدل سفر کر رہے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروں میں ورم آگیا۔ آپ کے کسی غلام نے عرض کیا کاش آپ کسی سواری پر سوار ہو جائیں تا کہ ورم کم ہو جائے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور فرمایا جب تم منزل پر پہنچو گے تو تمہیں ایک حبشی ملے گا جس کے پاس کچھ تیل ہوگا تم اس سے خرید لینا۔

جب منزل پر پہنچے تو حبشی دکھائی دیا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا یہ ہے وہ حبشی جس کے متعلق میں نے بتایا تھا جاؤ اور اس سے تیل خرید لاؤ اور قیمت ادا کر آؤ۔ جیسے ہی وہ غلام حبشی کے پاس گیا اور اس سے تیل طلب کیا تو اس نے پوچھا یہ تیل کس کے لئے خرید رہے ہو؟ غلام نے کہا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلو میں ان کا غلام ہوں۔

جب وہ حبشی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو کہا میں آپ کا غلام ہوں تیل کی قیمت نہیں لوں گا آپ بس میری بیوی کے لئے جو

دردزہ میں مبتلا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک صحیح الاعضاء بچہ عطا فرمائے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اپنے گھر جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عطا فرمائے گا جیسا تم چاہتے ہو۔ وہ ہمارا پیروکار ہوگا حبشی گھر گیا تو آپ کے فرمانے کے مطابق بچہ پیدا ہوا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری مشہور کرامت یہ ہے کہ ایک بار آپ حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر کھجوروں کے ایک ایسے باغ سے ہوا کہ جس کے سب درخت خشک ہو گئے تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی باغ میں ڈیرا ڈال دیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے باغ کے ایک درخت کی جڑ میں اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لیے دوسرے درخت کی جڑ میں فرش بچھایا گیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اے کاش! اس نخلستان میں تازہ کھجوریں ہوتیں جنہیں ہم کھاتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تازہ کھجوریں چاہتے ہو؟ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہاں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھایا اور زیر لب کچھ کہا جو کسی کو معلوم نہ ہوا۔ فوراً کھجور کا ایک درخت تروتازہ اور بار آور ہو گیا اس میں تازہ کھجوریں لگ

گئیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا جاؤ توڑو اور کھاؤ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ساتھی شتر بان جو ان کے ہمراہ تھا محو حیرت ہو گیا اور کہنے لگا واللہ انک لساحر خدا کی قسم تم جادو گر ہو ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا! بد نصیب ان کو ساحری سے کیا تعلق یہ مستجاب الدعوات ہیں بلکہ یہ فرزند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعائے مستجاب کا اثر ہے۔ پھر لوگوں نے کھجوروں کو درخت سے توڑا اور سب نے بے خوف شکم سیر ہو کر کھایا۔

ویسے تو سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیشمار کرامات ہیں یہاں طوالت کی وجہ سے اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

تاجدار کربلا سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ:
اب خصائل وفضائل شہزادہ کو نین قرۃ عین رسول الثقلین امام عالی مقام حضرت ابو عبد اللہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما و عنہم ولہم ہدیہ ناظرین ہیں۔

ولادت:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ۵ شعبان المعظم ۴ھ بروز سہ شنبہ بروایت دیگر ۴ شعبان المعظم ۴ھ بروز دوشنبہ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی بڑے شہزادے سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۱۱ ماہ ۱۰ دن بعد آپ زینت بخش عالم ہوئے آپ کی مدت حمل ۶ ماہ مذکور ہے کوئی مولود ششماہہ یحییٰ بن زکریا علیہا السلام اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا زندہ نہیں رہے۔

بعد ولادت سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں اذان دی اور منہ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعاء فرمائی۔

پھر ساتویں دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ اور ختنہ دو مینڈھے ذبح فرما کر کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب سبط رسول، ریحانۃ الرسول، زکی، شہید اکبر، سید، طیب، تابع لمرضاۃ اللہ دلیل علی ذات اللہ ہیں حدیث شریف میں ہے رسول کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبر و شبیر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انہیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔

اسی لئے حسنین کریمین کو شبر و شبیر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سریانی زبان میں شبر و شبیر اور عربی زبان میں حسن و حسین دونوں کے معنی ایک ہیں۔

اور حدیث پاک میں ہے کہ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ إِسْمَانِ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں عرب کے زمانہ جاہلیت میں یہ دونوں نام نہیں تھے۔

ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی رکھے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں

کا نام حسن اور حسین رکھا حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چچی حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ ایک دن حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! آج میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے کہ جس سے میں ڈر گئی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو نے کیا دیکھا ہے؟

انہوں نے عرض کیا وہ بہت سخت ہے جس کے بیان کی میں اپنے اندر جرأت نہیں پاتی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا بیان کرو تو انہوں نے عرض کیا میں نے یہ دیکھا ہے کہ حضور کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے۔

آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تمہارا خواب بہت اچھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ زہراء کو بیٹا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل کی گود میں دیئے گئے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر حضرت روح الامین بحکم رب العالمین تہنیت ولادت کے ساتھ تعزیت بھی لائے۔ اس وقت سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلوئے ناز کو چوم رہے تھے۔ روح الامین نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس بوسہ گاہ پر چھری چلے گی اور یہ قرۃ العین خدا کی راہ میں شہید ہوگا۔ یہ خبر سیدہ فاطمہ

زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جناب شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو بحد غایت ملول و حزین ہوئے مگر مشیت الہی میں چارہ کار کیا تھا۔ اور اس خبر پر اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہتے تو دعاء فرما کر تیر جستہ باز گرداند زراہ کا مظاہرہ کرتے مگر رَضِیْنَا لِقَضَاءِ اللّٰہِ کے ماتحت دعا بھی فرمائی تو یہ کہ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ الْحُسَيْنَ صَبْرًا وَّاجْرًا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و کمالات:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں بکثرت احادیث ہیں ان میں چند احادیث پیش خدمت ہے جو صرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں ہیں پھر وہ حدیثیں کہ دونوں شہزادوں کے فضائل و مناقب کو شامل ہے وہ بعد میں پیش کی جائیں گی۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پور نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حسین منی و انا من الحسین حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں یعنی حسین کو حضور سے اور حضور کو حسین سے انتہائی قرب ہے گویا کہ دونوں ایک ہی ہیں تو حسین کا ذکر حضور کا ذکر ہے۔ حسین سے دوستی حضور سے دوستی ہے حسین سے دشمنی حضور سے دشمنی ہے اور حسین سے جنگ کرنا حضور سے جنگ کرنا ہے۔

اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں احب اللہ

من احب حسینا جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اس لئے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین ابن علی کو دیکھے۔

ایک روز حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چند اصحاب کرام کے ساتھ ایک گلی سے گزرے ایک مقام پر دیکھا کہ بچے کھیل میں مصروف ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک بچہ کو گود میں اٹھا کر بہت پیار کیا صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بچہ پر خصوصیت سے اتنی شفقت کیوں ہے؟ اثناءِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن میں نے اس بچے کو میرے لخت جگر حسین کی خاک پا کو آنکھوں میں ڈالتے دیکھا تھا اس دن سے مجھے اس کے ساتھ محبت ہے میں قیامت کے روز اس کے والدین کی مع اس کے شفاعت کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰات واکرم التسلیم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں سرکار کی داڑھی مبارک میں داخل کر دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا پھر فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے محبت فرما کہ جو اس سے محبت کرے معلوم ہوا کہ آقا علیہ السلام نے صرف دنیا والوں ہی سے نہیں چاہا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کریں بلکہ خدائے عزوجل سے بھی عرض کیا کہ تو بھی اس سے محبت فرما اور بلکہ یہ بھی عرض کیا کہ حسین سے محبت کرنے والے سے بھی محبت فرما۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لعاب دہن کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے یَمْتَصُّ لُعَابَ الْحُسَيْنِ کَمَا یَمْتَصُّ الرَّجُلُ الثَّمَرَةَ:

اور مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کعبہ شریف کے سایہ میں تشریف فرما تھے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا هَذَا اَحَبُّ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلَیَّ اَهْلِ السَّمَاءِ الْیَوْمَ آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیدل چل کر پچیس حج کئے

آپ بڑی فضیلت کے مالک تھے اور کثرت سے نماز، روزہ، حج، صدقہ اور دیگر امور خیر ادا فرماتے تھے۔

کنز الغرائب میں ہے کہ ایک بدوی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایک ہرن کا بچہ نذر کیا شہزادہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور لے گئے جب چھوٹے شہزادے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا تو پوچھا کہاں سے لائے؟ انہوں نے فرمایا نانا جان نے دیا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لائے اور ہرن کا بچہ طلب فرمایا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت بہلایا پھسلایا مگر چھوٹے شہزادے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی نہ ہوئے قریب تھا کہ شہزادہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑیں کہ اس ہرنی کو حکم ہوا تو وہ اپنا دوسرا بچہ لے کر رواں دواں خدمت میں پہنچی۔ اور پیش کیا اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے یہ دو بچے تھے ایک اس بدوی کے ذریعہ آ گیا۔ دوسرا بحکم الہی لائی ہوں کہ شہزادہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو مانگ رہے تھے اگر وہ رو پڑتے تو کتر و بیان عرش کے دل ہل جاتے:

ایک روز چھوٹے شہزادے کے رونے کی آواز حضور تاجدار عرب و عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنی تو بے تابانہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بیٹی انہیں رلایا نہ کرو ان کے رونے سے میرے دل کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيِّحَانِي مِنَ الدُّنْيَا۔ حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں۔

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں کسی ضرورت سے سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ باہر تشریف لائے تو کسی چیز کو اٹھائے ہوئے تھے جسے میں نہیں جان سکا، جب عرض حاجت سے میں فارغ ہوا تو دریافت کیا حضور یہ کیا اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر مبارک ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں پہلوؤں میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا هَذَا ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي۔ یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں اور پھر فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاجِبْهُمَا وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهُمَا۔ اے اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت کرتا ہے ان کو بھی محبوب رکھ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ایک

کندھے پر شہزادہ حسن کو اور دوسرے کندھے پر شہزادہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا: مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي۔ جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حسن اور حسین کو لیکر حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا حضور یہ آپ کے دونوں نواسے ہیں انہیں کچھ عطا فرمائیے تو حضور نے فرمایا: اَمَّا حَسَنٌ فَلَهُ هَيْبَتِي وَ سُوْدَدِي وَ اَمَّا حُسَيْنٌ فَلَهُ جُرْأَتِي وَ جَوْدِي۔ حسن کے لئے میری ہیبت و سیادت ہے اور حسین کے لئے میری جرات و سخاوت ہے۔ اور حضرت جعفر صادق بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کم سنی کے زمانہ میں ایک دوسرے سے کشتی لڑ رہے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے یہ کشتی ملاحظہ فرما رہے تھے۔ تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حسین کو پکڑ لو حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ سنا تو انہیں تعجب ہوا اور عرض کیا ابا جان آپ بڑے سے فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لو۔ حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دوسری طرف جبریل حسین سے کہہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑ لو۔

اور حضرت علامہ نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حسین کریمین نے دو تختیاں لکھیں۔ ہر ایک نے کہا کہ ہماری تحریر اچھی ہے تو فیصلے کے لئے اپنے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ بڑے بڑے حیرت انگیز فیصلے فرمائے ہیں مگر یہ فیصلہ نہ فرما سکے اس لئے کہ کسی صاحبزادے کی دل شکنی منظور نہ تھی فرمایا اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ دونوں شہزادے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ماں جان! آپ فیصلہ فرمادیں کہ ہم میں سے کس نے اچھا لکھا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ نہیں کر سکوں گی۔ اس معاملہ کو تم لوگ اپنے نانا جان کے پاس لے جاؤ۔ شہزادے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آگئے اور عرض کیا؟ نانا جان آپ فیصلہ فرمادیں کہ ہم میں سے کس کی تحریر اچھی ہے؟ ساری دنیا کا فیصلہ فرمانے والے حضور نے سوچا کہ اگر حسن کی تحریر اچھی کہوں تو حسین کو ملال ہوگا اور حسین کی تحریر کو عمدہ کہوں تو حسن کو رنج ہوگا اور کسی کا رنجیدہ ہونا انہیں گوارہ نہیں تھا۔

اس لئے آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ جبریل کریں گے۔ حضرت جبریل علیہ السلام بحکم رب جلیل نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اس کا

فیصلہ خداوند قدوس فرمائے گا میں اس کے حکم سے ایک سیب لایا ہوں اس نے فرمایا ہے کہ میں اس جنتی سیب کو تختیوں پر گراؤں جس تختی پر یہ سیب گرے گا فیصلہ ہو جائے گا کہ اس تختی کی تحریر اچھی ہے۔

اب دونوں تختیاں اکٹھا رکھی گئیں اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اوپر سے ان تختیوں پر سیب گرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے راستہ ہی میں سیب کٹ کر آدھا ایک تختی پر اور دوسرا آدھا دوسری تختی پر گرا۔ اس طرح احکم الحاکمین جل جلالہ نے فیصلہ فرمادیا کہ دونوں شہزادوں کی تحریریں اچھی ہیں اور کسی ایک کی تحریر کو اچھی قرار دے کر دوسرے کی دل شکنی گوارہ نہ فرمایا: اس لیے تو امام عشق و محبت فرماتے ہیں:

اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے

ان سب اہل مکانت پہ لاکھوں سلام

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی

زہراء ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

خلفاء راشدہ اور خدمت خلق

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من

الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا وہ مقدس گروہ ہے جن کے ایثار، اخلاق آپسی الفت و محبت کی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے، یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی عظمت و رفعت کی شہادت سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح پیش کی، اصحابی کا لنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے اسی لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور

نجم ہیں اور ناؤ ہے عزت رسول اللہ کی

در حقیقت جو اسلام ہم تک پہنچا ہے وہ انہیں جانثاروں کا ثمرہ ہے اگر ان حضرات نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اسلامی احکام پر اپنی گرفت مضبوط نہ کی ہوتی تو شعار اسلام اس طرح سبز و شاداب ہرگز نظر نہیں آتا۔ انہیں حضرات کی مساعی جمیلہ کا صدقہ اور ثمرہ ہے کہ آج اسلام پورے آب و تاب کے ساتھ چہار دانگ عالم میں پھیلتا اور پھولتا نظر آ رہا ہے لوگ اپنے رسول کے ان غلاموں کی زندگی دیکھ کر اور حالات و کردار پڑھ کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا اندازہ لگاتے

ہیں، بلاشبہ یہ مبارک جماعت تحفظ اسلام اور احیائے سنت خیر الانام کی اولین داعی و محرک ہیں۔ جملہ صحابہ کرام میں خلفائے راشدین کی عظیم ترین قربانیاں سب سے اہم ہیں اور یہی خلفائے اربعہ انبیاء و مرسلین کے بعد ساری خلق میں افضل و اعلیٰ ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ مرسلین، ملائکہ و رسل انبیاء کرام، شرف صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد حضرات خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم تمام مخلوق الہی سے افضل ہیں، تمام امم عالم اولین و آخرین میں کوئی شخص ان کی بزرگی و عظمت و عزت و وجاہت و قبول و کرامت و قرب و ولایت کو نہیں پہنچتا پھر ان میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی کی ذات ستودا صفات ہیں۔

مندرجہ ذیل سطور میں ہم بالترتیب خلفائے راشدین کی دینی علمی تبلیغی اور خدمت خلق کا ایک مختصر جائزہ سپرد قسط کر رہے ہیں۔

عهد صدیقی:

حضرت صدیق اکبر نے جب خلافت کا عہدہ سنبھالا تو انہوں نے دین کی اشاعت اور اسلام کے استحکام کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کر دی آپ ہی کی دعوت پر قریش کے بعض اہم لوگوں نے اسلام قبول کیا فتنہ ارتداد کا انسداد مانعین زکوٰۃ کا تدارک آپ نے اپنا فرض منصبی سمجھا اور

حالات کی نزاکت و نامساعدات کے باوجود تمام امور پر ان کاموں کو مقدم رکھا آپ کی مساعی جمیلہ سے مخالفین زکوٰۃ راہ راست پر آ گئے۔ مرتدین کثرت تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو گئی، اس طرح آپ میں جب بھی کسی لشکر کو دشمن کے مقابلے کے لئے بھیجا تو یہ نصیحت کی کہ دشمن کے سامنے پہلے اسلام پیش کیا جائے۔ ایک مؤرخ آپ کے اس کردار کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہے عہد صدیقی کی فتوحات میں جہاں اسلامی ریاست کی توسیع ہوئی وہیں حضرت خالد بن ولید کی دعوت پر عراق کے اکثر قبائل نے اسلام قبول کیا۔ حمزہ کے عیسائی راہب پر اسلام کی حقانیت واضح ہوئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ مدعی نبوت طلحہ مشرف باسلام ہوا ثنی بن حارثہ کی مساعی جمیلہ بنی وائل کے تمام مشرک اور نصرانی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

(خلفائے راشدین، صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷)

عہد فاروقی:

حضرت عمر فاروق کا عہد خلافت اسلامی کا عہد خلافت اسلامی تعلیمات کے فروغ استحکام کا تابناک دور سمجھا جاتا ہے۔ مذہب اسلام کی اشاعت و ترویج، تعلیم دین اور شعار اسلام کا تحفظ، ممالک محروسہ میں درس قرآن کے لئے علماء، حفاظ اور قراء کا تقرر، دمشق، فلسطین اور دور دراز ممالک ددیار میں معلمین حضرات کی ترسیل۔ ان تمام خدمات میں حضرت عمر فاروق کی مسلسل جدوجہد اور مساعی جمیلہ کا سلسلہ خلیفہ اول سے بہتر اور نمایاں نظر

آتا ہے۔ مفتوحہ علاقوں میں فاروق اعظم نے بکثرت مساجد، مدارس تعمیر کروائے معلمین اور خطباء و مؤذنین کی تنخواہیں بھی بیت المال سے ادا کی جاتی تھیں۔ اسلامی حکومت کا صحیح معنی میں نفاذ ہی عہد فاروقی میں ہوا۔ اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے مؤرخ رقم طراز ہے، اسلامی نظام مملکت کی اساس گو صدیق اکبر کے عہد میں رکھی گئی مگر انہیں بہت تھوڑا وقت ملا جو اندورنی فتنوں اور بیرونی شورشوں کے انسداد میں صرف ہو گیا اور باقائدہ اسلامی خلافت کے آئین کی تنظیم نہ ہو سکی۔ درحقیقت اسلام کے نظام حکمرانی کے تمام خدوخال ابھر کر حضرت عمر کے دور خلافت میں منظر شہود پر آئے اور ایک ترقی یافتہ کامل آئین جہان بانی سامنے آیا۔ حکومت کے تمام محکمے قائم ہوئے اور ایک اعلیٰ ترین اسلامی جمہوریت کا قیام عمل میں آیا۔ اسی طرح عہد فاروقی کی اولیات شمار کراتے ہوئے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں۔

- (۱) آپ کے دور خلافت میں تاریخ ہجری جاری ہوا۔
- (۲) بیت المال قائم ہوا
- (۳) ماہ رمضان میں تراویح باجماعت ادا کی گئی۔
- (۴) لوگوں کے حالات کاراتوں میں جائزہ لیا۔
- (۵) شراب پینے والوں پر ۸۰ کوڑے لگوائے۔
- (۶) متعہ کی حرمت عام کی اور کسی فرد کے لئے روانہ رکھا گیا۔

- (۷) نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھنے کا حکم دیا۔
 (۸) دفاتر قائم کئے اور وزارتیں معین و مقرر فرمائیں۔
 (۹) سب سے زیادہ فتوحات ہوئیں۔
 (۱۰) صدقے کا مال اسلامی امور میں خرچ کرنے سے روکا
 (۱۱) گھوڑوں پر زکوٰۃ وصول کی۔
 (۱۲) ترکہ اور ورثے کے مقررہ حصوں کی تقسیم کا نفاذ کیا۔
 (۱۳) شہروں میں قاضی مقرر فرمائے۔
 (۱۴) کوفہ، بصرہ، جزیرہ، شام مصر اور موصل کے شہر آباد کئے۔
 وغیرہ وغیرہ۔

عہد عثمانی:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسرے خلیفہ ہیں آپ کے دور خلافت میں جہاں بہت سے امور انجام پائے وہیں جمع قرآن کا کام بھی پایہ تکمیل کو پہنچا۔ آپ کا یہ احسان امت مسلمہ کبھی فراموش نہیں کر پائیگی۔ آپ نے عہد صدیقی میں بدون صحیفہ قرآن کو ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منگوا کر قرآن کریم کی جملہ سورتوں کو قریش کی قرأت پر نقل و جمع کرنے کا اہتمام فرمایا اور عراقیوں، شامیوں کے نزاع فی القرآن کے مسئلہ کا انسداد فرما کر امت مسلمہ کو اتحاد و اتفاق نیز محبت و رواداری کی تعلیم دی۔ اس امر کا اظہار کرتے ہوئے ایک مقالہ نگار لکھتے ہیں۔ حضرت عثمان

غنی کے ہاتھوں اسلام کی یہ عظیم ترین خدمت انجام پائی۔ جس نے دنیا کے تمام مسلمانوں کا اتفاق قرآن مجید کے ایک ہی مصدقہ نسخے پر قائم ہو گیا۔ قرآن مجید کے اختلاف قراءت و املا کو اگر باقی رکھا جاتا تو آج قرآن کا بھی وہی حال ہوتا جو توریت، انجیل اور دیگر آسمانی صحیفوں کا ہوا۔ بلاشبہ حضرت عثمان نے قراءت واحدہ پر لوگوں کو متفق کرنے کے لئے جو کام کیا وہ عین حکمت پر مبنی تھا اس لئے آپ نے قرآن پاک کو اس طرح صاف کیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی جانب نازل فرمایا تھا۔ حضرت عثمان غنی کا طریقہ کار وہی تھا جو شیخین کریمین نے اپنے اپنے دور خلافت میں انجام دیا تھا۔ آپ کے بارہ سالہ دور خلافت میں اسلامی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا آپ نے آذر بائجان، آرمینہ، طرابلس، مراکش وغیرہ ممالک فتح کر کے اسلامی حکومت میں داخل فرمایا اور ان ممالک کے لوگوں کی دینی، ملی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

عہد مولیٰ علی:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم و فضل زہد و تقویٰ فہم و فراست دین متین کی اشاعت و تبلیغ اور امور سلطنت میں کمال کی مہارت رکھتے تھے۔ آپ اپنے عہد خلافت میں خارجی انتشار و افتراق کی سرکوبی کرتے اور اس سے نبرد آزما ہوتے ہوئے بھی دینی دعوت و تبلیغ میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی یہی وجہ ہے کہ اسلام کا پیغام دور دور تک پہنچا اور لوگ دین متین کی خوبیوں کو دیکھ

کردامن اسلام میں آنے لگے حضرت علی سیاسی تدبیر و فراست و دانائی کے حامل اور حقوق انسانی کے محافظ تھے۔ آپ اپنی حکومت کو اپنے مقتدا حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریق کار اور قرآن و سنت کے اصول و قوانین پر قائم و دائم رکھ کر استوار کرنے کی سعی جمیل فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مصر کی امارت پر حضرت قیس بن سعد کو مامور کیا تو اہل مصر کے پاس ایک خطر روانہ فرمایا جس کا مضمون اس طرح سے تھا خبردار ہو کہ تمہارا ہم پر حق ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل کریں اور تمہارے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حق کے مطابق چلائیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو نافذ کریں اور تمہارے در پردہ بھی تمہارے ساتھ خیر خواہی کریں۔ خلافت و سلطنت کو چلانے میں رعایا اور عوام پر نرم خوئی اور بلند اخلاق سے پیش آنا اسلام کی بنیادی تعلیم ہے جس کا نفاذ اہل علم و عمل حکمرانوں نے ہر عہد میں کیا ہے اور اپنی رعایا اور قوم کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے ہیں جس کی روشن مثالیں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بھی ہمیں کثرت سے ملتی ہیں۔ آپ نہایت ہی نرمی و آسانی سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے غیر بھی آپ کے حسن و کردار، صداقت و دیانت، ہمدردی و غم خواری کے معترف تھے۔ اسلامی نظام حکومت کا بنیادی مقصد ہی دین کی اشاعت و دعوت ہے اس

فریضے کو حضرت مولیٰ علی نے بحسن و خوبی انجام دیا ہے۔ اسلامی نظم مملکت میں خلیفہ یا امیر کا بنیادی فریضہ دین حق کی اشاعت غیروں تک اسلام کا پیغام پہنچانا، مسلمانوں کے اعمال و عقائد کی اصلاح ہے، ان کی صحیح رہنمائی امیر المومنین کے لئے ناگزیر ہے۔ حضرت علی عہد رسالت ہی سے ان مذہبی خدمات کے لئے ممتاز تھے۔ دور خلافت میں اگرچہ وہ خانہ جنگیوں میں الجھا دئے گئے مگر دین کی اشاعت سے غافل نہ رہے ایران، آرمینہ میں بعض نو مسلم عیسائی مرتد ہو گئے تھے تو حضرت علی نے سختی کے ساتھ ان کی سرکوبی کی اور ان میں اکثر تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے۔ خارجیوں کو جنگ نہروان میں کیفر کردار تک پہنچا دیا یہ آپ کا بڑا دینی کارنامہ ہے۔

وما علینا الا البلاغ

راہ خدا میں خرچ کرنے کے برکات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنُسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُوْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْہِ ۝
وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّہْدِہِ اللّٰہُ
فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضِلِلْہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ ۝ وَنَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْہَدُ اَنْ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ
وَرَسُوْلُہٗ ۝ بِالْہُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ .

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شئی فان اللہ بہ علیم.

ترجمہ:- تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے (کنز الایمان) تفسیر:- بر سے تقویٰ و طاعت مراد ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہاں خرچ کرنا عام ہے تمام صدقات کا یعنی واجبہ ہوں یا نافلہ سب اس میں داخل ہیں حسن کا قول ہے کہ جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اور اسے رضائے الہی کے لئے خرچ کرے وہ اس آیت، میں داخل ہے خواہ ایک کھجور ہی ہو (خازن) عمر بن عبد العزیز شکر کی بوریاں

خرید کر صدقہ کرتے تھے ان سے کہا گیا اس کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کر دیتے فرمایا شکر مجھے محبوب و مرغوب ہے یہ چاہتا ہوں کہ راہ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں (مدارک)

حدیث:- بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت ابو طلحہ انصاری مدینے میں بڑے مالدار تھے انہیں اپنے اموال میں پیرھا (باغ) بہت پیارا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں کھڑے ہو کر عرض کیا مجھے اپنے اموال میں پیرھا سب سے پیارا ہے میں اس کو راہ خدا میں صدقہ کرتا ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور حضرت ابو طلحہ نے بائیمائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اقارب اور بنی عم میں اس کو تقسیم کر دیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ میرے لئے ایک باندی خرید کر بھیج دو جب وہ آئی تو آپ کو بہت پسند آئی آپ نے یہ آیت پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو آزاد کر دیا۔

اسلام ایک انقلابی پیغام ہے، اسلام ایک خدائی آواز ہے، اسلام مستحکم ضابطہ حیات ہے، اسلام ایک انسانی ہدایت و رہنمائی کا روشن چراغ ہے، اسلام گمراہ قوموں کو راہ راست پر لانے کا واحد ذریعہ ہے اسلام اجڑے ہوئے دیار کو بسانے کا مؤثر علاج ہے، اسلام ایک عمدہ نظام ابدی جامع دستور ہے۔ اسلام باعث اعزاز و عظمت ہے۔ اسلام ایک عالم گیر وحدت ہے۔ اسلام ایک قانون فطرت ہے، اسلام امن کامل اور خدمت

خلق کی روح رواں و حیات جاویداں ہے اسلام منشاء مشیت ایزدی اور اصول مصطفیٰ ہے۔

لیکن یاد رکھئے اسلام ایثار چاہتا ہے، اسلام قربانی چاہتا ہے اسلام جذبہ خدمت خلق چاہتا ہے، اسلام راہ خدا میں اپنی محبوب ترین شئی لٹانے کا جذبہ چاہتا ہے، اسلام عدل و انصاف چاہتا ہے اسلام غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں اور پڑوسیوں کے حقوق کی مکمل آدا نیگی چاہتا ہے، اسلام بے راہ روی اور بد عنوانی کا خاتمہ چاہتا ہے اسلام امن و سلامتی، صلاح و فلاح، ایثار و ہمدردی، عیادت و تعزیت و غمخواری و غمگساری اتفاق فی سبیل اللہ اور خدمت خلق کا نام ہے جس کا پیغام اور نظام فلاح معاشرہ اور اصلاح انسانیت ہے۔ اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیں تو اس میں ایک چوتھائی حصہ عقائد و اعمال و عبادت کا ہے مگر چوتھائی توجہ معاملات پر ہے۔

خیر الناس من ینفع الناس کے مصداق بہترین افراد وہی ہیں جو دوسرے انسانوں کو خبر خواہی اور نفع مندی کا اسباب مہیا کرنے کا جذبہ بیکراں رکھتے ہیں۔ ایک مسلم معاشرے کے افراد خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں۔ اگر آپ کتاب و سنت کے احکام اور تعلیمات کا مطالعہ یا عہد رسالت مآب اور خلافت راشدہ کے نظام کا مشاہدہ کریں تو اتفاق فی سبیل اللہ اور خدمت خلق کی کارروائیوں اور سرگرمیوں کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ اسلام میں اس نوع کی تمام امدادی، رفاہی، اصلاحی، فلاحی

اور سماجی سرگرمیوں کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا حصول ہے نمود و نمائش سے خدمت خلق کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور اس منفی طرز عمل سے دلوں کا اطمینان مفقود اور ذہنوں کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو اسلام کی ان رفاہی، فلاحی اور اصلاحی تدابیر کے حوالے سے بہت واضح احکام اور تعلیمات ملتی ہیں۔

الذی خلق الموت والحیوة لیلو کم ایکم احسن عملا (سورہ ملک) وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے یعنی دنیا کی زندگی میں کون زیادہ مطیع و مخلص ہے۔ و افعلوا الخیر لعلکم تفلحون۔ اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو یعنی کہ صلہ رحمی و مکارم اخلاق و غیر نیکیاں اس توقع سے کرو کہ تم کو فلاح اور کامیابی حاصل ہو۔

ویو ثرون علی انفسہم ولو کان لہم خصاصہ (سورہ حشر) اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس ایک بھوکا شخص آیا حضور نے ازواج مطہرات کے حجروں پر معلوم کرایا کیا کھانے کی کوئی چیز ہے معلوم ہوا کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے تب حضور نے اصحاب سے فرمایا جو اس شخص کو مہمان بنائے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے حضرت ابو طلحہ انصاری

کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے گھر جا کر بی بی سے دریافت کیا کچھ ہے انہوں نے کہا کچھ نہیں صرف بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا بچوں کو بہلا کر سلاد دو اور جب مہمان کھانے بیٹھے تو چراغ درست کرنے اٹھو اور چراغ کو بجھا دو تا کہ وہ اچھی طرح کھالے یہ اس لئے تجویز کی کہ مہمان یہ نہ جان سکے کہ اہل خانہ اس کے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں کیونکہ اس کو یہ معلوم ہوگا تو وہ اصرار کرے گا اور کھانا کم ہے بھوکا رہ جائے گا اس طرح مہمان کو کھلایا اور آپ ان صاحبوں نے بھوکے رات گزاری جب صبح ہوئی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رات فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا اللہ تعالیٰ ان سے بہت راضی ہے اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ویسئلونک ماذ ینفقون قل العفو (سورہ بقرہ) تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو فاضل بچے۔ آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقہ دینے کی رغبت دلائی تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ مقدار ارشاد فرمائیں کتنا مال راہ خدا میں دیا جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خازن) یعنی جتنا تمہاری حاجت سے زائد ہو ابتداءً اسلام میں حاجت سے زائد مال کا خرچ کرنا فرض تھا۔

صحابہ کرام اپنے مال میں سے اپنی ضرورت کی قدر لے کر باقی

سب راہ خدا میں تصدق کر دیتے تھے یہ حکم آیت زکوٰۃ سے منسوخ ہو گیا۔
الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ و ممّا رزقنہم ینفقون (سورہ بقرہ) وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔ و ممّا رزقنہم ینفقون کی تفسیر میں صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں راہ خدا میں خرچ کرنے سے یا زکوٰۃ مراد ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ یا مطلق انفاق خواہ فرض و واجب ہو جیسے زکوٰۃ نذر اپنا اور اپنے اہل کا نفقہ وغیرہ خواہ مستحب جیسے صدقات نافلہ اموات کا ایصال ثواب۔ مسئلہ گیارہویں، فاتحہ، تیجہ، چالیسواں وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں کہ وہ سب صدقات نافلہ ہیں اور قرآن کریم و کلمہ شریف کا پڑھنا نیکی کے ساتھ اور نیکی ملا کر اجر و ثواب پڑھاتا ہے مسئلہ مائین من تبعیضہ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ انفاق میں اسراف ممنوع ہے یعنی خواہ اپنے نفس پر ہو یا اپنے اہل پر یا کسی اور اعتدال کے ساتھ ہو اسراف نہ ہونے پائے۔ رزقناہم کی تقدیم اور رزق کو اپنی طرف نسبت فرما کر ظاہر فرمایا کہ مال تمہارا پیدا کیا ہوا نہیں ہمارا عطاء فرمایا ہوا ہے اس کو اگر ہمارے حکم سے ہماری راہ میں خرچ نہ کرو تو تم نہایت ہی بخیل ہو اور بہ بخل نہایت قبیح ہے۔

ان تبدوا الصدقات فنعماہی وان تخفوها و توتوها الفقر

اے فہو خیر الکم (سورہ بقرہ) اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات

ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے (کنز الایمان)

صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل جب اخلاص سے اللہ کے لئے دیا جائے اور ریاسے پاک ہو تو خواہ ظاہر کر کے دیں یا چھپا کر دونوں بہتر ہیں۔ مسئلہ: لیکن صدقہ فرض کا ظاہر کر کے دنیا افضل ہے اور نفلی کا چھپا کر مسئلہ: اور اگر نفلی صدقہ دینے والا دوسروں کو خیرات کی ترغیب دینے کے لئے ظاہر کر کے دے تو یہ اظہار بھی افضل ہے۔ (مدارک)

و یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا و یتیمًا و اسیرا انما نطعمکم لوجه اللہ لا نرید منکم جزاء و لا شکورا (سورہ الدھر)
اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔ (کنز الایمان)

تفسیر: یعنی ایسی حالت میں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت اور خواہش ہو اور بعض مفسرین نے اس کے یہ معنی لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھلاتے ہیں۔

شان نزول: یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضلہ کے حق میں نازل ہوئی حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی

نذر مانی اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔ نذر کی وفا کا وقت آیا سب صاحبوں نے روزے رکھے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جولائے حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین ایک روز یتیم ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دیدی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔

لہذا ہم اپنے عمل کی جزایا شکر گزاری تم سے نہیں چاہتے یہ عمل اس لئے ہے کہ ہم اس دن خوف سے امن میں رہیں۔

للفقرآء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبہم الجاہل اغناء من التعفف تعرفہم بسیمہم لایسئلون الناس الحافا و ما تنفقوا من خیر فان اللہ بہ علیم۔ الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا و علانیۃ فلہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ (سورہ البقرہ)

ترجمہ: فقیروں کے لئے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تو نگر سمجھنے بچنے کے سبب تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑ گڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔ وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور

دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لئے ان کا ننگ نذر، خدمت گاروں کو بطور انعام دی جائے والی رقم ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم (کنز الایمان)

تفسیر:- یعنی صدقات مذکورہ جو آیہ و مانتفقون من خیر میں ذکر ہوئے ان کا بہترین مصرف وہ فقراء ہیں جنہوں نے اپنے نفوس کو جہاد و طاعت الہی پر روکا۔

شان نزول:- یہ آیت اہل صفہ کے حق میں نازل ہوئی ان حضرات کی تعداد چار سو کے قریب تھی یہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے نہ یہاں ان کا مکان تھا نہ قبیلہ کنبہ نہ ان حضرات نے شادی کی تھی ان کے تمام اوقات عبادت میں صرف ہوتے تھے رات میں قرآن کریم سیکھنا دن میں جہاد کے کام میں رہنا آیت میں ان کے بعض اوصاف کا بیان ہے۔ کیونکہ انہیں دینی کاموں سے اتنی فرصت نہیں کہ وہ چل پھر کر کسب معاش کر سکیں۔ یعنی چونکہ وہ کسی سے سوال نہیں کرتے اس لئے ناواقف لوگ انہیں مالدار خیال کرتے کہ مزاج میں تواضع و انکسار ہے چہروں پر ضعف کے آثار ہیں بھوک سے رنگ زرد پڑ گئے ہیں۔

تفسیر:- یعنی راہ خدا میں خرچ کرنے کا نہایت سوق رکھتے ہیں اور ہر حال میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔

شان نزول:- یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ نے راہ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کئے تھے۔ دس ہزار رات میں اور دس ہزار دن میں اور دس ہزار پوشیدہ اور دس ہزار ظاہر ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ کے پاس فقط چار درہم تھے اور کچھ نہ تھا۔ آپ نے ان چاروں کو خیرات کر دیا ایک رات میں ایک دن میں ایک کو پوشیدہ ایک کو ظاہر۔

فائدہ:- آیت کریمہ میں نفقہ لیل کو نفقہ نہار پر اور نفقہ سر کو نفقہ علانیہ پر مقدم فرمایا گیا اس میں اشارہ ہے کہ چھپا کر دینا ظاہر کر کے دینے والے سے افضل ہے۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی المولیٰ تعالیٰ منصب خلافت سنبھالنے کے بعد بیت المال میں تشریف لے آئے اور لوگوں سے دریافت فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کیا، کیا کرتے تھے تو لوگوں نے بتایا کہ وہ نماز سے فارغ ہو کر کھانے کا تھوڑا سامان لیکر ایک سمت روانہ ہو جایا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے استفسار فرمایا کہ کہاں جاتے تھے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ نہیں معلوم، بس اس سمت کو روانہ ہو جاتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کھانے کا سامان لیا اور اسی جانب نکل پڑے جدھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جاتے تھے اور لوگوں سے پوچھتے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کدھر اور کس جگہ تشریف لے جاتے تھے۔ یہ

بات معلوم کرتے کرتے ایک جھونپڑی تک پہنچ گئے وہاں پہنچنے کے بعد دیکھا کہ ایک ضعیف العمر شخص جو دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور بڑی ہی خستہ حالت میں ہے جب اس عمر رسیدہ شخص نے کسی کے آنے کی آہٹ محسوس کی تو بڑے ہی غصے میں بولا کہ پچھلے تین روز سے آپ کہاں چلے گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خاموشی سے اس ضعیف العمر شخص کو کھانا شروع کیا تو اس نے غصے سے کہا کہ کیا بات ہے ایک تو تین روز کے بعد آئے ہیں اور کھانا کھلانے کا طریقہ بھی بھول گئے ہیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو زار و قطار رونے لگے اور اس ضعیف العمر شخص کو بتایا کہ میں عمر ہوں اور وہ جو آپ کو روزانہ کھانا کھلایا کرتے تھے وہ امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے جانشین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور وہ وفات پا چکے ہیں، جب اس ضعیف العمر شخص نے یہ بات سنی تو فوراً کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا!

اے عمر! مجھے کلمہ پڑھا کر اسلام میں داخل فرما۔

پچھلے دو سال سے روزانہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لاتے رہے مجھے اپنے دست مبارک سے کھانا کھلاتے رہے اور میری تمام ضروریات کو پوری فرماتے رہے مگر کسی روز بھی انہوں نے مجھے نہیں بتایا کہ میں کون ہوں۔ محترم قارئین کرام حضرت ابو بکر صدیق رضی

اللہ عنہ ایسے اچھے اور اونچے اخلاق والے تھے۔ اور ہمیں ایسے ہی اچھے اخلاق کی تعلیم فرمائی۔ اور ہمارے مذہب اسلام ایسے ہی حسن اخلاق کا درس دیتا ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ عز و جل ہم سب کو اپنے حبیب مکرم کے صدقے خلفائے راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نوٹ

اگر کسی صاحب کو اردو، ہندی، عربی، فارسی، انگریزی یا اردو میٹر کو ہندی میں کمپوزنگ کرانی ہو تو ضرور اس نمبر پر رابطہ کریں۔

مولانا محمد شفیق الحق رضوی

چک محمود نواب صاحب کی کوٹھی پرانا شہر بریلی

9997662550

اعتراف

حامدا و مصلیا و مسلما!

تصنیف و تالیف کے ساتھ تقریر و خطابت کو بھی انسانوں کے ذہن و دماغ میں افکار و نظریات کے جاں گزیر کرنے کا ایک اہم مؤثر ذریعہ مانا گیا ہے۔ دنیا کے بسنے اور بسانے کے زمانے ہی سے خطابت کو ایک اہم درجہ حاصل رہا ہے۔ تقریر و خطابت کی اثر انگیزی کی بدولت دنیا میں نہ جانے کتنے انقلاب برپا ہوئے۔ ہر دور میں مخالف کو شکست دینے کے لئے دنیا کی اہم طاقتیں اپنے پاس اور اپنے ساتھ موثر اور انقلاب آفریں مقرر و خطیب رکھتی چلی آرہی ہیں۔ ماضی میں جبکہ آئندہ کے لشکروں کے مابین میدان میں جنگ ہوتی تھی تو دونوں فریق اپنے ساتھ کچھ شعراء اور کچھ خطباء رکھتے تھے جو اپنے لشکر والوں کے جذبات کو مشتعل کرتے اور فریق مخالف کے فوجیوں کو احساس کمتری کا شکار کر دیتے۔ اسلامی تاریخ میں بھی بے مثال جنگ جو خطباء کی فہرست ملتی ہے۔ زیادہ بن ابیہ جیسے عربی خطباء مردوں کے اندر روح پھونک دیا کرتے تھے۔

الحمد للہ! ماضی کے اہلسنت و جماعت کی تاریخ بھی ولولہ انگیز خطباء سے بھری ہوئی ہے۔ ماضی قریب کے ہمارے بزرگوں میں کئی بے مثال خطیب گزرے ہیں۔ خانوادہ رضویہ کو اللہ رب العزت نے جہاں دیگر اختصاصات و امتیازات سے نوازا ہے وہیں اس خانوادہ میں اثر انگیز خطابت کے بھی جو ہر بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت کم تقریر کرتے۔ زیادہ تر وقت تصنیف میں صرف فرماتے مگر آپ جب بھی تقریر فرماتے تو وہ تقریر علوم و معارف کا گنجینہ ہونے کے ساتھ نہایت اثر انگیز اور پرتاثر ہوتی جو لوگوں کے ذہن و دماغ میں

اترتی چلی جاتی۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ بھی نہایت ولولہ انگیز اور ذہن و دماغ میں اتر جانے والی خطابت کی صفت سے متصف تھے۔ حضرت مفسر اعظم ہند کی خطابت کو سننے والے تو آج بھی موجود ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ کی خطابت کو سن کر انسان ذہن و دماغ سے آپ کا اسیر ہو جایا کرتا تھا۔

عہد حاضر میں خانوادہ رضویہ کے ایک فرد فرید جنہیں دنیا خطیب اعظم، تاج السنہ اور توصیف ملت کے نام سے جانتی ہے انہوں نے خانوادہ رضویہ کی اس خطیبانہ شان کو بدرجہ اتم برقرار رکھا ہے۔ پوری دنیا میں جہاں بھی اہل سنت و جماعت رہتے اور بستے ہیں وہ سارے خطے ہی تقریباً آپ کی خطابت کے جواہر پاروں کی چمک دمک سے روشن و منور ہیں۔ خانوادہ رضویہ میں بیرون ملک کے سب سے زیادہ دورے کرنے کا ریکارڈ آپ ہی کے نام ہے۔ آپ کے یہ تمام خطبات اور تقریریں انٹرنیٹ اور کیسٹوں وغیرہ میں موتیوں کی طرح منتشر تھیں۔ انہیں منتشر موتیوں میں سے چھ اہم موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کا کام کیا ہے عالی جناب، رفیق گرامی حضرت علامہ مفتی محمد خورشید عالم رضوی صاحب نے۔ وہ حضرت خطیب اعظم کی چھ تقریروں کا مجموعہ ”نقوش خطبات تاج السنہ“ کے نام سے صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر شائع کر رہے ہیں۔ اللہ رب العزت حضرت خطیب اعظم کے خطبات کی اثر انگیزی کو برقرار رکھے، مرتب موصوف کے علم و عمل میں برکتیں نازل فرمائے اور نقوش خطبات تاج السنہ کو شرف قبول عطا فرمائے۔

محمد سلیم بریلوی

استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

۸ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ